جلد 16 شمارہ 5 ماہ مئی 2014ء رجب المرجب 1435ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت

اللہ

محبت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض ومقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف وکرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب وعرفان اور اس کی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد وبغض، تجسّس وغیبت اور ہوا وہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم ورضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کرکے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد

خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ

بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ

بانی مجلہ فلاح آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: محمد یعقوب توحیدی

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

0344-9000042

مدیر — احمد رضا خان 0321-6400942

نائب مدیر — سید رحمت اللہ توحیدی 0333-4552212

معاون مدیر — خالد محمود توحیدی 0300-7374750

مجلس ادارت

خالد مسعود، پروفیسر منیر احمد لودھی

ائیر کموڈور (ر) اعجاز الدین

پیر خان، عتیق احمد عباسی

ایم طالب، عبدالقیوم ہاشمی

پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ

مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ

Ph: 0344-9000042 / 055-3862835

فیکس نمبر: +92-55-3736841 ای میل: info@tauheediyah.com

Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ✿✿✿ ✿✿✿ سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

راہِ سلوک کی رکاوٹیں اوران کا حل

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

تمہید از خالد محمود: جس طرح **اسلام** ایک سیدھا اور آسان مذہب ہے اسی طرح اسلام کا سلوک بھی بالکل سادہ اور آسان ہے۔**راہ سلوک** میں اللہ پاک بندے کی طرف سے پہلے قدم کے منتظر ہوتے ہیں۔ سالک کا جو حال ابتداء میں ہوتا ہے وہی آئینہ ہوتا ہے اسکی ساری عمر کی حالت کا۔ راہ سلوک کے نشیب وفراز سے واقفیت و آگاہی بہت ضروری ہے۔ اگر طبِ روحانی کی تعلیم اور اس کے لئے درس گاہوں اور مراکز کا بندوبست نہ ہوتو یہ دنیا روحانی بیماریوں سے بھر جائیگی پھر ایمان کی موت کا اندیشہ ہے۔ بابا جی قبلہ انصاریؒ فرماتے ہیں کہ راہِ سلوک میں مشکلات کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں تو اس راہ میں قدم ہی نہ رکھو۔ راہ میں حائل رکاوٹوں کو ٹھکراتے ہوئے استقامت سے آگے بڑھتے چلتے جاؤ۔ عمل زندگی اور بے عملی موت ہے حضرت بختیار کاکیؒ کا فرمان ہے کہ راہ سلوک پر چلتے رہنا ہی بذاتِ خود ایک گوہر مقصود ہے۔

راہِ سلوک میں سالک کو لق و دق بیابان کو طے کرنا پڑتا ہے۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ نے سالک کا ہدف ذاتِ باری تعالیٰ کا قُرب اور دیدار متعین کیا ہے۔ اس کام کے لئے سب سے پہلی چیز سچی اور پُرخلوص طلب ہے۔ طلب کے بغیر عمل کی قوت ہی پیدا نہیں ہوتی طلب کی حدّت یہ ہے کہ دل و دماغ پر ہر وقت یہ فکر سوار رہے کہ یہ کام کرنا ہے پورے ذوق و شوق، جوش و خروش سے لگاتار اور پیہم ہو۔ اس میں وقفہ نہ پڑنے پائے کیونکہ وقفے سے جوش اور ذوق میں کمی آجاتی ہے۔ آپ کے ثبات میں لغزش نہ آئے آپ کے ارادے اور جوشِ عمل میں کمزوری واقع نہ ہو۔ بلکہ پہلے سے زیادہ جوش و خروش سے قدم بڑھاتے چلے جائیں۔ نتیجہ پر آپ کو کوئی اختیار نہیں وہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ ہر وہ چیز جو اللہ کی یاد سے غافل کردے راہِ سلوک کی رکاوٹ ہے۔ روحانی طاقت اسی وقت بڑھتی ہے جب راستہ کی رکاوٹوں کو قوتِ ارادی کی طاقت سے ٹھکرا کر دور

کردیا جائے۔رکاوٹیں صرف مصائب و آلام ہی نہیں عیش و آرام اور دولت وثروت زیادہ خطرناک رکاوٹیں ہیں یہ سالک کو اللہ کی طرف سے غافل کردیتی ہیں۔راہِ سلوک کو مکمل کرنے کے لئے رکاوٹیں دور کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔یوں تو جتنے بھی معاصی اور تعلقات ماسویٰ اللہ ہیں سب اس راہ سلوک کے رہزن ہیں جن سے سالک کو بے حد پرہیز کرنا چاہیے۔ ذکروغیرہ سے محرومی بھی راہ کی رکاوٹ ہے جو سالک کی اپنی غلطی اور لغزش کی وجہ سے ہوتی ہے"۔

چراغِ راہ: ذکراورعبادت تو ہرشخص شروع کرسکتا ہے اور کرلیتا ہے اور شیخ کامل کی توجہ سے اس کو ذکروغیرہ میں لطف بھی آنے لگتا ہے۔گرمی،سرور اور نشہ بھی پیدا ہوجاتا ہے۔لیکن جب اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ آجاتی ہے تو گھبرا جاتا ہے،اور رکاوٹ زیادہ ہو تو گھبرا کر ذکروغیرہ چھوڑ دیتا ہے یا کم ازکم اتنا ضرور ہوتا ہے کہ اس کا دماغی سکون ختم ہوجاتا ہے اور ذکر میں وہ لذت نہیں آتی جو پہلے تھی۔ہزاروں سالکان راہ طریقت میں دو چار ہی مردِ میدان ہوتے ہیں جو ثابت قدم رہتے ہیں ورنہ باقی سب میدان چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔ایسے موقعہ پر کئی ایسے آدمی بھی ہوتے ہیں جو پیر سے مدد چاہتے ہیں کہ یا تو وہ رکاوٹوں کو اپنی کرامت سے دور کردے یا خود ان میں اپنی ہمت باطنی اور توجہ سے اتنی طاقت پیدا کردے کہ وہ رکاوٹ پر غالب آجائیں۔لیکن کوئی پیر کامل ان دونوں باتوں میں ایک بھی نہیں کرتا بلکہ ان کو رکاوٹ پر غالب آنے کا صرف راستہ بتا دیتا ہے۔وہ مدد کیوں نہیں کرتا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح کے پیر کی مدد سے جو لوگ سلوک طے کرتے ہیں ان میں ان کی اپنی ذاتی طاقت کبھی پیدا نہیں ہوتی۔وہ اپنے پاؤں پر خود کبھی کھڑے نہیں ہوتے،ہمیشہ پیر کے کندھے کا سہارا لے کر چلنے کے عادی ہوتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے پاس اپنا کچھ نہیں ہوتا۔جو کچھ ہوتا ہے وہ سب کچھ پیر کا ہوتا ہے۔جب کبھی پیر کی طرف سے مدد نہیں ملتی یا پیر فوت ہوجاتا ہے تو ان کی قوت ختم ہوجاتی ہے اور وہ کورے کے کورے رہ جاتے ہیں۔ سلوک کی آخری منزل اور مقصد اللہ کا قرب،دیدار اور معرفت حاصل

کرتا ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ تو نہ دیکھائی دیتا ہے، نہ سمجھ میں آسکتا ہے، اور نہ ہی اس تک پہنچنے کے ذرائع سالک کے علم میں ہوتے ہیں۔اس لئے منزل مقصود تک پہنچنا اس وقت تک محال ہوتا ہے جب تک کوئی سچا راہنما اور رہبر نہ ہو۔رہنما اور رہبر صرف وہی شخص ہوسکتا ہے جو خود منزل مقصود تک پہنچ چکا ہو اور راستہ کے اُتار چڑھاؤ اور پیچ و خم سے خوب واقف ہو۔لیکن ایسے رہنما اور رہبر سے بھی پورا فائدہ وہی اُٹھا سکتے ہیں جو سچے طالب ہوں۔جن کی طلب اس قدر پختہ اور شدید ہو کہ منزل و مدعا تک پہنچنے کیلئے ہر طرح کی تکالیف خندہ پیشانی سے اُٹھا سکیں اور کتنی ہی مصیبتیں پڑیں ان کے عزم و استقلال میں کمی نہ آئے۔

چراغ راہ خطبہ نمبر 5میں راہ سلوک کی رکاوٹوں کا خلاصہ:

پہلی رکاوٹ : جو راہِ سلوک میں پیش آتی ہے وہ طلب کی خامی اور کمی ہے ہر سالک اپنے آپ کو سچا طالب سمجھتا ہے لیکن یہ اسکی بھول ہوتی ہے۔طلبِ صادق کی پہچان ہی یہ ہے کہ وہ راہ کی کسی دشواری کو خاطر میں نہ لائے اور ہمیشہ آگے ہی بڑھتا رہے۔میدانِ جنگ میں غازیوں اور مجاہدوں کا خیال کرو وہ میدانِ جنگ کے مورچوں میں گولوں اور گولیوں کے منہ میں ہوتے ہیں اور آگے بڑھتے ہیں شہید ہوتے ہیں لیکن ان کے قدم پیچھے نہیں ہٹتے نتیجتاً وہ دشمن کے مورچوں پر قبضہ کر لیتے ہیں اسی طرح راہِ سلوک کے مجاہد کو بھی جن گولوں اور گولیوں کی بارش میں سے گزرنا پڑتا ہے وہ نظر نہیں آتیں صرف محسوس ہوتی ہیں یا سمجھ میں آسکتی ہیں اس لئے اگر ارادہ اٹل اور طلب نا قابلِ شکست نہ ہو تو یہ لوگ چار قدم ہی چل کر اپنے مورچوں میں واپس آجاتے ہیں اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہتے ہیں۔جب تک طلب کامل اور عزم راسخ نہ ہو کسی کو بھی اس راہِ پرخطر میں قدم نہیں رکھنا چاہیے۔

دوسری رکاوٹ سالک کو پیر کامل سے مرید ہونے کے باوجود اس سے والہانہ عقیدت نہ ہو یا اسکی اطاعت یا ادب کرنے میں کمی کرے سچی عقیدت تو یہ ہے کہ پیر کے کمال میں ذرا سا شبہ بھی کبھی دل میں نہ آنے پائے اور اس کے متعلق کسی برائی کا گمان بھی نہ ہو۔پیر کا ہر حکم آنکھ بند کر کے خوشی سے

پورا کیا جائے خواہ اسکے منافع اور مصالح سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں ۔شیخ خواہ موجود ہو یا غائب اس کا تھوڑا سا خوف اور زیادہ سے زیادہ محبت وعزت دل میں موجود رہے۔مُرید اس کی کوئی ذرا سی برائی بھی کانوں سے نہ سن سکے اور ایسی جگہ سے فوراً دور چلا جائے ۔پیر سے زیادہ سوال کرنا بھی ادب کے خلاف ہے۔پیر اگر بے تکلفی سے بھی پیش آئے تو خود ہرگز بے تکلف نہیں ہونا چاہیے۔

تیسری رکاوٹ: ماحول ہے جس سے مراد اپنا گھر، ہمسائے محلہ دار اور وہ لوگ ہیں جن کی صحبت میں سالک رہتا ہے اگر گھر میں ہر وقت شور وغل ،لڑائی جھگڑا رہتا ہو وہاں سالک کو سکون سے ذکر کرنا دشوار ہو جاتا ہے ۔محلے کے لوگ اگر بد اخلاق ہوں ،لڑتے جھگڑتے ہوں گالیاں بکتے ہوں تو ان کا اثر بھی ضرور پڑتا ہے اور ذکر وعبادت سے جو تھوڑا بہت سکون ملتا ہے وہ زائل ہو جاتا ہے۔ اگر وہ سالک اللہ کے راستہ میں کامیابی سے چلنا چاہتا ہے تو لازم ہے کہ ایسے لوگوں سے ملنا جلنا ترک کر کے اچھے اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے اور ممکن ہو تو وہ محلّہ اور گھر بھی بدل دے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو کسی مسجد وغیرہ میں گوشہ عافیت دریافت کرے جہاں سکون سے ذکر ہو سکے جب ذکر پختہ ہو جاتا ہے تو گھر اور محلّہ وغیرہ کے مخالف حالات کا اثر سالک کی طبیعت پر نہیں پڑتا بلکہ خود اس کا اثر لوگوں پر پڑنے لگتا ہے۔لیکن جب تک ذکر پختہ نہ ہوا اور اس کا اثر سالک کی رگ وپے میں نہ سما جائے اس کو مخالف ماحول سے دور رہنا ہی لازم ہے۔

چوتھی رکاوٹ: عسرت وغربت ہے ۔آمدنی کم ہے اہل وعیال کثیر ہیں پھر برادری اور کنبہ کی لغو اور خلاف اسلام وانسانیت رسوم ،جن پر خرچ نہ کرو تو ناک کٹتی ہے ۔یہ فضول رسمیں پوری کرنی ہی پڑتی ہیں خواہ قرض لینا پڑے۔اس رکاوٹ کا علاج قناعت ہے،قناعت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اللہ نے آپ کو دے رکھا ہے اس پر تمہارا دل خوش رہے کبھی شکایت کا جذبہ پیدا نہ ہو بلکہ جذبات شکر و سپاس سے تم ہمیشہ مسرور رہو۔جن لوگوں کی طلب صادق اور ارادہ پکا ہوتا ہے وہ بہت آسانی سے ان تمام پریشانیوں پر قابو پا لیتے ہیں ۔جو لوگ مفلسی کی تکالیف کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور میدان چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں ان کی طلب صادق نہیں ہوتی ۔اللہ تعالٰی کو تو تمہاری آزمائش ہی اس طرح کرنی ہے

کہ بیوی بچوں کی تکالیف دیکھو اور تمھارے پائے ثبات میں لغزش نہ ہو اور میدان طلب میں اسی طرح ڈٹے رہو اور آگے بڑھتے چلے جاؤ اگر تم اللہ سے دوستی کرنے گھر سے نکلے ہو اور اس کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہو تو تربیت کے لئے طرح طرح کی آزمائشوں میں ضرور مبتلا کیے جاؤ گے جو لوگ نہ کرنا چاہیں تو وہ فقر کا نام نہ لیں گھر میں بیٹھے چین سے دنیا داری کی زندگی بسر کریں۔

غربت سے بد دل ہو جانے کا ایک علاج حضور ﷺ نے یہ بھی بتایا ہے کہ "جب تم کو اپنی غربت و زبوں حالی کی شکایت ہو تو اپنے سے کمتر لوگوں پر نظر کرو" غریبی ہی حضور ﷺ کا طرۂ امتیاز تھی۔

پانچویں رکاوٹ : دولت وثروت ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دو طرح سے آزماتا ہے ایک مفلسی اور مصیبتیں دے کر دوسرے دولت و آرام و آسائش دے کر دولت وثروت کی آزمائش مفلسی اور غربت کی آزمائش سے کہیں زیادہ کٹھن اور دشوار ہے عیش و آرام کی زندگی میں انسان سرے سے اللہ کو بھول جاتا ہے دولت کمانے کی دھن میں وہ طرح طرح کے ناجائز وسائل بھی اختیار کرتا اور دن بدن گناہوں اور بداخلاقی کے جال میں جکڑتا چلا جاتا ہے دنیا کی ہوا و حرص میں جھوٹ بولنا لوگوں کو دھوکے دینا اور دوسروں کا مال غصب کرنا اس کی عادت بن جاتا ہے تم اپنے سے کمتر اور زیادہ مفلوک الحال لوگوں پر نظر رکھو۔ دولت اپنے ذاتی عیش و آرام کے لئے جمع نہ کرو بلکہ اللہ کے لئے اولاد کی ضرورت پر خرچ کرنے کے لئے جمع کرو خاص طور پر غریب اقربا یتیموں او محتاج افراد کی تکالیف کو دور کرنے کے لئے خرچ کرو۔

چھٹی رکاوٹ: جذبات ہیں، جو اچھے بھی ہیں اور برے بھی۔ سالک کو چاہیے کہ وہ اچھے جذبات پر عمل کرے اور برے جذبات کو کچل کر رکھ دے۔ برے جذبات کو قابو میں رکھنے اور کچلنے کے لئے صرف قوت ارادی او رقوت برداشت پیدا کرنے اور اس کو زیادہ سے زیادہ بڑھانے اور طاقت ور بنانے کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیم میں صرف دو باتیں بتائی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ غصہ کو بالکل نفی کردو، دوسرے یہ کہ کسی سے نفرت نہ کرو۔

ساتویں رکاوٹ: فخر کا جذبہ ہے جو ہر انسان میں ودیعت کیا گیا ہے اور اگر یہ جذبہ نہ ہو تو کوئی انسان بڑے بڑے کام انجام نہیں دے سکتا فخر صرف نیک اور بڑے کاموں پر ہی نہیں ہوتا اور بھی بہت سی باتوں پر ہوتا ہے مثلاً ذات پات پر، وطن قوم، خاندان کی شرافت اور عزت پر سادات ہونے پر، حضور ﷺ کی آل ہونے پر یا ہم مسلمان سرورِ کائنات ﷺ کی اُمت ہونے پر وغیرہ وغیرہ۔ یہ جذبہ اسی وقت تک فخر کہلاتا ہے جب تک احساس عزت و مسرت کی حدود میں رہے اگر کوئی اترائے اور شیخی مارنے سے بھی ایک قدم اور آگے بڑھ جائے تو یہی کبر و غرور کہلائے گا۔

فخر و اتراهٹ اور غرور میں یہ فرق ہے کہ فخر میں تو دل میں خوشی اور اللہ کے تشکر کا جذبہ ہوتا ہے۔ اتراہٹ میں اپنی نمود و نمائش منظور ہوتی ہے اور غرور میں اپنی برتری اور دوسروں کی کمتری اور ذلت و حقارت کا خیال ہوتا ہے۔ روحانی طاقت پر غرور ان لوگوں کو ہوتا ہے جن کی طلب صادق نہیں ہوتی اور جو بے علم اور کم ظرف ہوتے ہیں اور جو جاہل اور ناقص صوفیوں کی بے سرو پا روایات ہی کو حاصل تصوف اور کمال سلوک خیال کرتے ہیں اور محض اس مقصد سے بیعت ہوتے ہیں کہ جلدی سے پیر بن کر لوگوں کو مرید کرنے لگیں اور ان سے نذرانہ وغیرہ لیکر عیش کریں۔ یہ ان کے وہم میں نہیں ہوتا کہ تصوّف و سلوک کا مقصد و منتہا ذات باری تعالیٰ کا قرب و مشاہدہ اور معرفت ہے اور اس منزل تک پہنچنے کے لئے بڑا وقت اور بے انتہا سخت مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ معمولی روحانی ترقی پیدا ہونے پر اتراتے ہیں عوام پر اپنی بزرگی ثابت کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ بلکہ کئی تو ایسے ہوتے ہیں جو شیخ کو بھی روحانیت میں اپنے سے نیچا سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کی اصلاح بھی بہت مشکل ہے۔

جو لوگ اس مقام تک خیر و عافیت سے پہنچ جائیں یعنی ان میں حرارت و جذب بھی کافی پیدا ہو جائے، کشف و کرامات کی طاقت بھی آ جائے، غصہ میں بھی کمی ہو جائے، غرور و نفرت اور دوسرے کبیرہ نقائص بھی جاتے رہیں وہ انشاء اللہ ضرور فائزالمرام ہوں گے اور ان کو خدا کا قرب و لقاء ضرور میسر آئے گا۔ وہ ناسوت و ملکوت طے کر کے جبروت کے اعلیٰ مقام تک پہنچ گئے ہیں۔

آٹھویں رکاوٹ:

غلط فہمی ہے یہ ایک مبتدی سے لیکر منتہی تک سب ہی کو ہو سکتی ہے مبتدی کی غلط فہمیاں تو اس کا شیخ رفع کر سکتا ہے مگر منتہی کی غلط فہمی تو اللہ کے دور کیے دور ہو سکتی ہیں غلط فہمی اپنے بس کی بات نہیں اس لئے گناہ نہیں ہے اس کی وجہ سے سالک اپنی منزل سے گرا نہیں کرتا ہاں آگے ترقی نہیں ہوتی۔ غلط فہمی پر مواخذہ بھی نہ ہوگا مرنے کے بعد اس کو اپنی غلط فہمی معلوم ہو جائیگی اور باقی منازل اس کی روح طے کرے گی۔ مبتدی کی غلط فہمیاں یہ ہوتی ہیں۔ ان میں تھوڑا سا سوز و حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ کچھ نظر آنے لگتا ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے "میں کامل ہو گیا ہوں" لیکن شیخ کامل ایسی غلط فہمیاں بڑی آسانی سے دور کر دیتا ہے مقامِ ھو یا لطائف عالم امر سے واسطہ پڑنے پر غلط فہمی اس وقت ہوتی ہے جب یہ جذب و حرارت کی کیفیت ہوتی ہے تو وہ سمجھتا ہے اللہ کی ذات میرے بدن میں حلول کر گئی ہے۔ کشف و کرامات اسی جذب ہی میں زیادہ سرزد ہوتی ہیں جب یہ کیفیت ختم ہو جاتی ہے تو وہ معمولی آدمی رہ جاتے ہیں حالانکہ (حلول کا عقیدہ الحاد ہے اور تمام صوفیائے کرام، علمائے عظام اس بات پر متفق ہیں کہ حلول کا عقیدہ رکھنے والا ملحد ہے)۔ مولانا کریم الدینؒ فرماتے تھے کہ وہ جب ھو، عدم، نفس اور عقل کے لطائف طے کر کے روح میں پہنچے اور یہ لطیفہ ان پر کھلا تو وہ غلطی سے روح کو ذاتِ باری تعالیٰ سمجھ بیٹھے تقریباً ایک سال تک اسی کو سجدہ کرتے رہے اللہ نے دستگیری فرمائی ایک مجذوب ملا اور کہا تو تو کافر ہے روح کو سجدے کرتا ہے۔ جب مولاناؒ نے اس سے گفتگو کرنا چاہی تو بجائے گفتگو کرنے کے، اس مجذوب نے مولاناؒ کے منہ پر تھپڑ مارا۔ مولاناؒ فرماتے ہیں کہ تھپڑ کا لگنا تھا کہ حقیقت مجھ پر روشن ہو گئی اور جس غلط فہمی میں مبتلا تھا، میں نے اس سے توبہ کی اور آگے اپنی منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ جب مرید صدق و اخلاص کو اختیار کرے تو وہ روحانیت کا مردِ میدان ہے۔

(تفصیلی مضمون کیلئے چراغِ راہ خطبہ نمبر 5 ملاحظہ فرمائیں۔)

قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کا خط بنام محمد قاسم-ملتان

دور دراز کے جو بھائی اجتماع میں نہ آسکے ان کو خطبے کی کاپیاں بذریعہ ڈاک بھجوا رہا ہوں۔ دوسری اہم شخصیات اور اخباروں کے ایڈیٹروں کو بھی کاپی بھجوائی ہے تا کہ ہمارے نقطۂ نظر پر غور کیا جائے۔ شاکر بھائی پُر خلوص انسان ہیں۔ اگر تبلیغی جماعت کے ساتھ خوش اور مطمئن ہیں تو پھر بھی ٹھیک ہے۔ آپ ان پر زیادہ زور نہ دیں۔ اللہ اللہ کی دولت ہر ایک کے نصیب میں نہیں ہوتی۔ جو بھائی سلسلہ کی تعلیم پر عمل نہیں کرتا اور حلقہ میں نہیں آتا تو حلقہ انکے گھر کیوں کیا جائے۔ حالات جیسے بھی ہوں اور جس نہج پر بھی چل رہے ہوں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ بہار ہو کہ خزاں **لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ** کا نغمہ گونجتا رہنا چاہیے۔ کبھی کبھی تلاوت قرآن کی ختم شریف کی محفل منعقد کر کے اہل محلّہ اور عزیزوں کو دعوت دیں اور ساتھ ہی دین پر چلنے کی تلقین کی بھی کریں اور دُعا بھی کریں۔ والدین کو بھی ترغیب دی جائے کہ بچوں کو نماز اور قرآن کا پابند بنائیں۔ خود بھی نیکی کی زندگی بسر کریں اور اولاد کو بھی فلاح دارین کا راستہ دکھائیں۔ مرشد کے بتائے ہوئے طریقہ پر لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت بھی دیتے رہیں۔ زبان سے پیاری پیاری نصیحتوں کے ذریعے بات کرنی ہے اور دل سے روحانی توجہ بھی دینی ہے۔ حلقے کے ہر بھائی کو چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اللہ کے ذکر کے فضائل سے آگاہ کریں۔ حلقہ توحیدیہ کی مختصر اور مؤثر تعلیم کا تعارف کرائیں اور ذکر کی محفل میں ساتھ لیکر آئیں۔ آگے جو اللہ کو منظور ہوگا وہی ہوگا۔

والسلام

قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کا خط بنام نذیر احمد

مورخہ: 28.12.2005

یہ تو آپ کے سعادتِ نفس کی دلیل ہے کہ آپ اللہ کی طرف لوٹنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ تو بہ کرنے والوں کیلئے ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔اس نے اپنے جلال کی قسم کھا کر شیطان سے کہا تھا تم میرے بندوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرو گے تو میں بھی ان کے آخری دم تک اپنی رحمت کا دروازہ کھلا رکھوں گا۔موت سے پہلے پہلے جب بھی انسان سچے دل سے اپنی گذشتہ زندگی پر شرمسار ہوکر اپنے گناہوں کیلئے مغفرت طلب کرے اور آئندہ کیلئے یہ پختہ ارادہ کرے کہ پھر کبھی گناہ کی زندگی کی طرف نہیں لوٹے گا اور اپنی اصلاح کرے گا تو اللہ فرماتا ہے کہ میری رحمت سے کبھی مایوس نہ ہونا میں تمہارے گناہ یک جنبشِ قلم معاف کردونگا۔حضور نبی کریم ﷺ کے ارشادات ملاحظہ ہوں:

(1) جو شخص سچے دل سے توبہ کرے وہ ایسے ہی ہے جس نے کوئی گناہ ہی نہ کیا ہو۔

(2) جو توبہ کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔

(3) ہر انسان گنہگار ہے لیکن جو انسان گناہ کر کے اللہ کی طرف لوٹ آئے ،اللہ اس سے پیار کرتا ہے

میرے پیارے بھائی! اللہ کی رحمت کے دروازے آپ کیلئے کھلے ہیں وہ آپ کے انتظار میں ہے کہ آپ شیطان کے چنگل سے نکل کر اس کی رحمت کے قلعہ میں داخل ہو جائیں۔اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور جنت کی طرف بلا رہا ہے اور شیطان کے نمائندے اسے اللہ کی طرف جانے سے روک رہے ہیں۔اللہ کی بارگاہ ناامیدی والی نہیں ہے وہ تو گنہگار کو پکارتی ہے میری طرف پلٹ کر آجا۔سو بار اگر توبہ کر کے توڑ دی ہے تب بھی میرے بندے میرے پاس آجا۔میں تو ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرنے والا ہوں۔ **والسلام!**

سلسلہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماع کے اغراض و مقاصد

(پیر خان توحیدی)

اللہ تعالیٰ نے خاک کے پتلے انسان کو بہترین ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نواز کر اشرف المخلوقات کا رتبہ دیا، جس کی عظمت اور رفعت کو دیکھ کر نوری فرشتے بھی سربسجود ہو گئے۔ حیاتِ ارضی اس کے لئے آزمائش اور امتحان کی جگہ مقرر کر دی اور کہا گیا میری طرف سے تمہیں ہدایت آتی رہے گی جو میری ہدایت پر عمل کرے گا اسے میں اپنی نعمت بھری جگہ جنتوں میں داخل کرونگا اور جو اس سے منہ موڑے گا اس کے لئے دوزخ کا عذاب ہو گا۔ اس کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء مبعوث فرمائے اور آخر میں ہمارے آقا و سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرما کر انبیاء کے اس سلسلہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے بند کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جو احکامات اپنے حبیب سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعے اپنے بندوں پر نازل فرمائے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا طریقہ تعلیم عین اس کے مطابق اور موافق ہے۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کو وجود میں آئے آدھی صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے اس سلسلہ کے بانی خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ جو روحانیت کا ایک چھپا ہوا خزانہ تھے چند احباب کے پُر زور اصرار پر 1951ء میں اس سلسلہ کی بنیاد رکھ کر فیض عام جاری کر دیا۔ اگرچہ آپ کے اولین مریدین میں چند ایک ہی کے نام آتے ہیں جن میں زیادہ تر کا تعلق پاکستان ایئرفورس سے تھا لیکن جلد ہی ان جانثاروں کے توسط سے یہ دعوتِ محبت وصداقت چھوٹے بڑے شہروں اور قصبوں اور دیہاتوں میں پہنچنی شروع ہو گئی۔ آپ نے روحانی طریقہ سے اس سلسلہ کا آغاز کیا اور مروجہ پیری مریدی کے نظام کو شرک وبدعت۔ قبر پرستی۔ شخصیت پرستی اور دیگر خرافات سے پاک کر کے دلوں کو زندہ کرنے قرآنی تصوف کی تعلیم کو زندہ کیا اور موجودہ زمانے کے تقاضوں کے عین مطابق بنا دیا جو نہایت ہی مختصر اور سہل العمل ہونے کے باوجود اتنی موثر ہے کہ چند ہی ماہ میں

ایک سچا طالب اطمینانِ قلب اور لذتِ آشنائی سے واقف ہوجاتا ہے اور اسے یقین کامل ہوجاتا ہے کہ وہ اللہ تک پہنچنے والے راستے پر گامزن ہوگیا ہے۔ قبلہ حضور کا فرمان ہے کہ میں نے یہ سلسلہ پیری مریدی کے ذوق کی تسکین کی غرض سے نہیں بنایا بلکہ اصلاح کا عظیم کام روحانیت کے ذریعہ انجام دینے کے لئے قائم کیا ہے۔ یہاں نذرانے وصول کرنے کی غرض سے عقیدت مندوں اور مریدوں کی بھیڑ اکٹھی کرنا مقصود نہیں بلکہ روحانی بزرگ اور مبلغ تیار کرنا مقصود ہے جو انسانیت کی اصلاح وفلاح کی خاطر اپنی جانیں اور مال نثار کرنے والے ہوں۔ 1956ء کے آخر تک یہ تعداد کافی بڑھ گئی تو انصاری صاحبؒ نے اس کی باقاعدہ تنظیم کی اور طریقہ اختیار کیا کہ جب تک یہ سلسلہ قائم رہے گا اس کے شیخ کا ایک ہی خلیفہ ہوگا اور وہ ہی اس کا جانشین بھی ہوگا۔ دوسری شرط یہ رکھی کہ جماعت کی تمام چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں اور افراد میں باہمی ربط وضبط کے ساتھ اتنی محبت ہو کہ اگر ایک فرد کو کسی قسم کی تکلیف ہو تو پوری جماعت کے افراد اس طرح محسوس کریں جس طرح وہ شخص خود محسوس کرتا ہے جس پر یہ مصیبت پڑی ہے اس درجہ کا ربط وضبط پیدا کرنے اور اسے قائم رکھنے کے لئے مندرجہ ذیل طریقے وضع کئے گئے۔

۱۔ہفتہ وار حلقہ ذکر　　۲۔میل ملاپ　　۳۔سالانہ اجتماعات

قبلہ انصاریؒ نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں بندگانِ خدا کی روحانی اور باطنی رہنمائی کی اور سالکان حق کی رکاوٹوں کو دور فرمایا آپ نہ صرف آشنائے راہ تھے بلکہ حقیقت شناس اور محرم راز بھی تھے۔ آپؒ نے 1957ء میں تعمیر ملت کے نام سے ایک شہرہ آفاق کتاب مرتب کی۔ 1962ء میں طریقت توحیدیہ منظر عام پر آئی جو سلسلہ کے منشور اور آئین کا درجہ رکھتی ہے۔ **حقیقت وحدت الوجود** آپ کی وہ کتاب ہے جس نے ایک نازک اور متنازع مسئلہ پر عام فہم الفاظ میں روشنی ڈالی اور طالبان حق کو راہِ سلوک کی ان کیفیات اور مقامات سے آگاہ فرمایا جہاں منزل عرش کے کئی مسافر غلط فہمی کی وجہ سے کیفیت کو حقیقت سمجھ کر رک جاتے ہیں اور ذات بحت تک سلوک طے نہیں کر سکتے۔ آپ کے اعلیٰ اخلاق، حسنِ سلوک اور روحانی کشش سے

سلسلہ عالیہ توحیدیہ ترقی کی منزلیں طے کرنے لگا اور بھائیوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا تو آپ نے ان بھائیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ آشنائی حاصل کرنے اور بھائی چارے کی فضاء قائم کرنے کے لئے 1959ء سے سالانہ اجتماعات کا آغاز کیا اور سب سے پہلا اجتماع نوشہرہ ورکاں میں منعقد ہوا۔ آپ کی حیات میں کل پندرہ (15) اجتماعات ہوئے جو زیادہ تر شیخوپورہ، ملتان اور لاہور ہی میں ہوتے رہے۔ 1974ء میں واحد سالانہ اجتماع کا انعقاد آستانہ توحیدیہ G-92 ماڈل ٹاؤن لاہور میں ہوا۔ باباجی نے 1962ء سے 1975ء تک کے اجتماعات میں کل گیارہ خطبات ڈیلور کئے جو چراغ راہ کے نام سے کتابی شکل میں دستیاب ہیں۔ جنوری 1977ء میں آپ کے وصال کے بعد سلسلہ کی ذمہ داریاں قبلہ عبدالستار خاں صاحب نے سنبھال لیں جنہیں قبلہ انصاریؒ نے اپنی حیات ہی میں خلیفہ اور جانشین مقرر کر دیا تھا۔

قبلہ عبدالستار خاں صاحبؒ نے اپنی عمر کے آخری ایام میں اپنے داماد غلام رسول شاہد کو شیخ نامزد کر دیا تھا۔ خان صاحب کے اس اقدام سے بانی سلسلہ توحیدیہ کی قائم کردہ روایت کے برعکس ہونے کی وجہ سے انتشار اور بے کیفیت کی فضاء طاری ہوگئی تاہم سلسلہ سے وابستہ مخلص صاحبانِ طریقت نے بھرپور کردار ادا کرتے ہوئے جناب قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کو سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا شیخ منتخب کر کے اس انتشار کو ختم کر دیا قبلہ ڈار صاحب نے مجازین کے اس متفقہ فیصلہ کو مقدم رکھتے ہوئے اپریل 1991ء کو شیخ سلسلہ کے منصب کی بھاری ذمہ داری قبول کر کے سلسلہ کی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز کر دیا۔

قبلہ ڈار صاحبؒ نے بے سروسامانی کے عالم میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی باگ ڈور سنبھال کر بکھرے ہوئے موتیوں کو اکٹھا کیا اور بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے طریقہ کار کے عین مطابق سلسلہ کو مزید مستحکم کیا۔ جیسا کہ ہر جماعت اور ہر تنظیم کو ایک مرکز کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے قبلہ ڈار صاحبؒ نے اپنی پہلی فرصت میں بھائیوں کی مشاورت سے زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کر کے مرکز تعمیر ملت کے نام سے مرکز کی بنیاد رکھی اور جلد ہی اسے پایہ تکمیل تک پہنچا کر دم لیا۔

اس سے سلسلہ کی سرگرمیوں میں تیزی آئی اور مرکزِ تعمیر ملت تنظیمی اور دعوتی سرگرمیوں کا مرکز اور محور بنتا چلا گیا۔ قبلہ ڈار صاحب نے اپنا گھر بار چھوڑ کر مرکز تعمیر ملت میں جو اُس وقت ایک ویرانے سے کم نہ تھا ڈیرے ڈال کر سلسلہ کی تعلیم کے ایک روشن باب کا آغاز کر دیا۔ اس سلسلہ کی خدمت میں آپ کی اہلیہ اور ہماری اماں جان بھی برابر کی شریک تھیں وہ اس پیرانہ سالی میں بھی مہمانوں اور مریدین سلسلہ کی مہمان نوازی کے فرائض انجام دیتی رہیں۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے آمین۔ 1991ء سے 2013ء آپ کے وصال تک سالانہ اجتماعات تواتر کے ساتھ مرکز تعمیر ملت پر آپ کی نگرانی میں ہوتے رہے۔ وصال سے دو سال قبل آپ نے مجازین و خادمین کی مشاورت سے سلسلہ کے منشور کے عین مطابق قبلہ محمد یعقوب صاحب کو اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔ آج انہیں کے زیر نگرانی یہ اجتماع انعقاد پذیر ہے۔ جیسا کہ میں نے ابتداء میں کہا کہ اس سلسلہ کو قائم ہوئے نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ اس لئے میں نے بہت ہی اختصار کے ساتھ اس گزرے ہوئے عرصہ کے حالات آپ کے سامنے پیش کئے تا کہ آپ کو اس سلسلہ کے پس منظر اور اجتماعات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

بانیٔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے چوتھے اجتماع اور پہلے خطبہ میں فرمایا تھا کہ تمام جماعتیں اور تنظیمیں جو کوئی بڑا کام کرنا چاہتی ہوں سالانہ اجتماعات ضرور منعقد کرتی ہیں لیکن فائدہ صرف انہیں جماعتوں کو پہنچتا ہے جن کے ارکان ایسے اجتماعات میں منظور ہونے والی تجاویز پر جوش، استقلال اور خلوص سے عمل پیرا ہوتے ہیں۔ ان اجتماعات کے اغراض و مقاصد ایک جیسے نہیں ہوتے اور نہ ہی ایک دوسرے سے مطابقت رکھتے ہیں ان اجتماعات کو عرس ، میلے اور دیگر کئی ناموں سے بھی پکارا جاتا ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا اجتماع دیارِ حبیب میں منعقد ہوتا ہے جہاں لاکھوں فرزندانِ توحید حاضر ہو کر اپنے رب سے ڈرتے ہوئے زاری کے ساتھ اپنے گناہوں کی معافیاں مانگتے ہیں ایک اجتماع رائے ونڈ میں ہوتا ہے اسی طرح حضرت داتا گنج بخش ، بری امام اور کئی دوسرے مزارات پر اجتماعات منعقد ہوتے ہیں اور ایک اجتماع زیر نگرانی شیخ

سلسلہ توحیدیہ ہر سال مرکز تعمیر ملت کوٹ شاہاں وحید کالونی گوجرانوالہ میں نہایت سادگی مگر پروقار طریقہ سے منعقد ہوتا ہے اس اجتماع میں توحیدی بھائی دور دراز علاقوں سے نہایت شوق سے شرکت فرماتے ہیں ۔مرشد سے فیض حاصل کرتے ہیں بھائیوں سے پیار و محبت کی باتیں ہوتی ہیں اللہ کے ذکر سے اپنے قلوب کو منور کرکے سلسلہ کی تعلیم کو پھیلانے کے لئے تعمیر ملت کا پرچم ہاتھوں میں تھامے ہوئے چراغ راہ کی قندیلیں بلند کرتے ہوئے ایک نئے ذوق اور ولولے سے واپسی کا سفر اختیار کرتے ہیں۔

سالانہ اجتماع کے اغرض و مقاصد:

1-**خالق حقیقی کی تلاش**: آج مسلمان صراطِ مستقیم سے ہٹ کر ایسے مشاغل میں الجھ گئے ہیں جن کی وجہ سے وہ توحید سے بھی دور ہو گئے ہیں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا سب سے پہلا سبق ہی توحید ہے قبلہ انصاریؒ نے توحید کا درس دے کر نفی اثبات اور پاس انفاس کے اذکار سے اللہ کی تلاش اور ملاقات کا آسان راستہ دیکھا دیا ہے ۔اس اجتماع میں ہماری حاضری کا اوّلین مقصد بھی یہی ہے کہ ہم اللہ تک رسائی حاصل کر سکیں ۔آج ہمارے دلوں میں دھڑکنے والی آواز صاف بتا رہی ہے کہ ہمارا مقصود اور ہماری تلاش صرف رب العزت کی ذات ہے ہمارا ذکر ہماری نماز، ہمارا میل ملاپ اور ہماری بات چیت صرف اللہ کے لئے ہے اس اجتماع میں مرشد کے فیض نظر اور بھائیوں کے میل ملاپ سے مردہ دل پھر سے زندہ ہو کر اللہ کی تلاش میں لگ جاتے ہیں۔

2- **اتحاد**: آج افراتفری کا زمانہ ہے لوگ ایک دوسرے سے دور ہوتے جا رہے ہیں دلوں سے مہر و محبت کم ہوتی جا رہی ہے قبلہ انصاریؒ نے اپنی کتاب تعمیر ملت میں لکھا ہے کہ جماعتی قوت کیلئے اتحاد بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ ایمان، تاریخ گواہ ہے کہ کوئی جماعت اس وقت تک تباہ نہیں ہو سکتی جب تک اس کے اندر اتحاد باقی ہے اور کوئی جماعت تباہی سے بچ نہیں سکتی جب اس میں ناانصافی اور پھوٹ پیدا ہو جائے اس جماعتی اتحاد کو قائم رکھنے کے لئے اجتماع ایک بہترین ذریعہ ہے۔

3- **رابطہ** : جماعتی طاقت اور جماعتی شیرازہ بندی کے لئے رابطہ بھی نہایت ضروری ہے یعنی کہ تمام ٹکڑیوں اور حصوں میں باہمی تعلق و تعاون بدرجہ اُتم موجود ہو اور کوئی حصہ کسی دوسرے حصہ کی حالت سے کسی وقت بھی بے خبر نہ ہونے پائے اگر باہمی رابطہ اور تعاون کا عمل نہ ہو تو پوری جماعت کے نظام میں خلل آجاتا ہے یہ اجتماع رابطہ کا ایک ذریعہ ہے جس سے جماعت میں طاقت پیدا ہوتی ہے۔

4- **میل ملاپ** اسلام ایک سوشل مذہب ہے یہ گھروں میں بند پڑے رہنے اور میل ملاپ سے گھبرانا کترانا نہیں سکھاتا۔ ایسے اجتماعات میں آپس میں ملنے ملانے کے مواقع میسر آتے ہیں جس سے موانست اور اخوت کے جذبات پرورش پاتے ہیں۔ بھائی ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے اٹھتے ہیں کچھ اپنی کہتے ہیں اور کچھ دوسرے بھائیوں سے سنتے ہیں جس سے ان کے اندر محبت کے پھول کھلتے ہیں ایک دوسرے سے متعارف ہوتے ہیں او رایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

5- **ریفریشر کورس**: اگر چہ توحیدی بھائی اپنی اپنی جگہ قبلہ انصاریؒ کی تعلیم پر عمل کرنے اور اسے پھیلانے کا فریضہ ادا کرتے ہیں ہفتہ وار ذکر میں حاضری لگاتے ہیں لیکن اس کے باوجود انسان جو بنیادی طور پر کمزور اور بھولنے والا ہے بہت سی چیزوں کو بھول جاتا ہے اس لئے اسے بار بار یاد دلانے کی ضرورت پڑتی ہے تا کہ وہ ایک نئے حوصلے اور امید کے ساتھ اس راہ پر گامزن ہو کر اپنا مقصود حاصل کر سکے۔

6- **تعلق**: کوئی بھی جماعت اُس وقت مضبوط اور موثر ہوتی ہے جب کہ اس میں شامل افراد کا آپس کا تعلق مضبوط بنیادوں پر قائم ہو اسی بات کے پیش نظر سالانہ اجتماعات ایسے تعلقات کو استوار کرنے کے مواقع میسر کرتے ہیں۔

7- **ڈسپلن**: ڈسپلن کے بغیر نہ کوئی گھرانہ اور نہ ہی کوئی جماعت کامیابی حاصل کر سکتی ہے اس اجتماع میں ہمارے سارے معمولات جن میں سے ذکر اذکار نشست و برخاست بات چیت میل ملاپ ایک خاص ڈسپلن اور ایک خاص ٹائم ٹیبل کے تحت کئے جاتے ہیں جس سے ہمارے

اندر ڈسپلن پیدا ہوتا ہے ہماری اصلاح ہوتی ہے اور ہم واپس جا کر اسی ڈسپلن کے تحت زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

8- **آداب محفل** : اگر چہ ہمارے سارے توحیدی بھائی پڑھے لکھے ہیں اور آداب محفل سے خوب واقف ہیں لیکن پھر بھی کوئی نہ کوئی غلطی کوتاہی سرزد ہو ہی جاتی ہے جس کا ہمیں شعور ہی نہیں ہوتا ایسے اجتماعات میں وہ بھولی بسری باتیں ہمیں یاد آجاتی ہیں جن کی ہم اصلاح کر لیتے ہیں۔

9- **قربت شیخ**: اگر چہ شیخ سلسلہ ہر سال اپنے سلسلہ کے حلقہ جات کا دورہ کرتے ہیں اور بھائیوں کو روحانی فیض کے ساتھ ساتھ ان کی اصلاح کا کام بھی کرتے ہیں تاہم کچھ بھائی آپ کے فیض اور ملاقات سے محروم بھی رہ جاتے ہیں پھر وقت کی کمی کی وجہ سے اپنا مدعا بابا جی سے بیان نہیں کر سکتے ان سالانہ اجتماعات کے دنوں میں بھائیوں کو شیخ کی قربت اور صحبت کے مواقع میسر آتے ہیں جن میں وہ روحانی فیض کے ساتھ ساتھ اپنے مسائل بھی حل کرا سکتے ہیں۔

10- **اجتماعی ذکر**: اس اجتماع کا ایک مقصد اجتماعی ذکر بھی ہے۔ اگر چہ توحیدی بھائی اپنے گھروں میں انفرادی ذکر کرتے ہیں اور ہفتہ وار ذکر کے لئے اپنے اپنے حلقوں میں حاضری بھی دیتے ہیں پاس انفاس کا عمل بھی جاری رہتا ہے لیکن اجتماع کے دوران جو ذکر براہ راست مرشد کی نگرانی اور بزرگ بھائیوں کے ساتھ مل کر کیا جاتا ہے اس کے انوار و برکات کچھ اور ہی ہوتے ہیں ۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ جہاں ذکر کی محفلیں ہوتی ہیں وہاں اللہ کے نوری فرشتے اپنے پر بچھا کر محفل کو ڈھانپ لیتے ہیں ذاکرین کے درجات اور مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں اس اجتماعی ذکر سے نہ صرف روحانی فوائد حاصل ہوتے ہیں بلکہ حلقہ ہائے سلسلہ کے برادران اس ٹون کو بطور ریفرنس اپنا کر اپنے اپنے حلقوں میں ایک ہی ٹون پر ذکر کر سکتے ہیں جو توحیدی رنگ کا طرۂ امتیاز ہے اور تعلیمات میں ہم آہنگی کے لئے لازمی ہے۔

مجلس مشاورت

(احمد رضا خان)

شیخ سلسلۂ توحیدیہ کی حیثیت سے بابا جان محمد یعقوب صاحب کا یہ پہلا سالانہ اجتماع تھا۔ روایات کے مطابق مجازین اور خادمان سلسلہ کو اجتماع کے دوسرے دن مورخہ **12/04/2014** بوقت **8:00** بجے صبح بلوایا گیا۔ امسال مجلس مشاورت کا ایجنڈا تحریری شکل میں ایک دن پہلے ہی شرکاء کو فراہم کر دیا گیا تھا۔ جسمیں شامل چھ نکات پر ہر فرد کو تحریری جوابات و تجاویز پیش کرنا تھیں۔ ہر بھائی نے بہت دلچسپی اور اخلاص سے مجلس مشاورت میں شرکت کی تقریباً دو گھنٹے جاری رہنے والے اس اجلاس کی کارروائی کا خلاصہ بابا جان کے حکم سے بھائیوں کے استفادے کے لیے پیش خدمت ہے۔

مجلس مشاورت کا آغاز قبلہ بابا جان نے قرآن کریم کی اس آیت کریمہ سے کیا جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم ہے۔ "**وامرھم شوریٰ بینھم**" (الشوریٰ ، 38) کہ وہ لوگ اپنے باہمی کاموں میں مشاورت کرتے ہیں۔ بابا جان نے قبلہ انصاری صاحبؒ کے اس قول کا حوالہ دیا کہ "وہی جماعتیں اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتی ہیں جو اپنے اجلاسوں میں منظور ہونیوالی تجاویز پر دل و جان سے عمل پیرا ہوتی ہیں"۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے حلقہ کے دوسرے بھائیوں پر کوئی فوقیت نہیں بابا جی ذار صاحبؒ نے میرے ناتواں کندھوں پر یہ ذمہ داری ڈالی ہے تو مجھے آپ بھائیوں کا تعاون و ساتھ درکار ہے۔ میں اکیلا یہ کٹھن کام نہیں کر سکتا۔ ہم سب نے بابا جی کے ہاتھ پر بیعت ہی اس لئے کی ہے کہ اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ دوسروں کی اصلاح کی کوشش بھی کرینگے۔ اب یہ ہمارا اولین فرض ہے کہ سلسلہ کی دعوت جو سراسر خیر اور کامیابی کی طرف بلاتی ہے، کی ترویج و اشاعت کے لیے کمربستہ ہو جائیں صرف اپنے لئے زندگی جینے کا تصور ایک توحیدی کے شایان شان نہیں۔ آپ اپنی عبادت و ذکر کو ہی نجاتِ اُخروی کے لئے کافی نہ سمجھیں

اگر اللہ تعالیٰ نے روزِ قیامت اس بات پر پکڑ کر لی کہ جو خیر کی دعوت تمہارے پاس تھی تم نے کیوں اسکو میری مخلوق تک نہ پہنچایا تو آپ کے پاس اسکا کیا جواب ہوگا۔؟؟ لہٰذا آپ سب بحثیت مجاز اور خادم کے ذمہ دار ہیں اس ذمہ داری کو محسوس کریں اور جہاں پیسے کی ضرورت ہو وہاں پیسہ لگائیں وقت اور صلاحیتوں کی ضرورت ہو تو ان چیزوں کو استعمال کریں۔ اس ابتدائی گفتگو کے بعد سابقہ روایات کو قائم رکھتے ہوئے سالانہ حسابات کا گوشوارہ پیش کیا گیا۔

اس کے بعد تمام بھائیوں سے فرداً فرداً انکی آراء وتجاویز کے متعلق بات ہوئی اور ہر بھائی نے اس میں بڑی دلچسپی کیساتھ حصہ لیا اور کئی اہم فیصلے کئے گئے سب سے پہلے حلقہ توحیدیہ راولپنڈی سے بابا جی کے مجاز اور خادم حلقہ **جناب پیر خان** نے گفتگو کا آغاز کیا اور اپنے حلقہ کے بھائیوں اور مجلّہ فلاحِ آدمیت کے خریداروں کی کمپوز شدہ فہرست پیش کی جیسا کہ تمام شرکاء کو قبل از اجتماع ہدایت کی گئی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ ہم نے پنڈی کے حلقہ میں ایک روایت قائم کرنیکی کوشش کی ہے کہ ہر بھائی اپنے اپنے حصے کا مجلّہ فنڈ دینے کے بعد بھی اپنے احباب کے لئے اعزازی مجلّے کا اجراء کروائے اور انکی رکنیت فیس یکمشت دینے کی بجائے اقساط میں ہر ماہ ادا کرتا رہے اس مہم کا خاطر خواہ فائدہ ہوا اور مجلّہ فنڈ کی رقم میں اچھا خاصا اضافہ ہوا۔ (پنڈی کا حلقہ فنڈ سال 2013 بھی تمام حلقہ جات سے مقابلتاً زیادہ تھا) بابا جان نے بھی اس تجویز کو پسند کیا۔ پیر خان صاحب نے تمام بھائیوں کو بھی تجویز کیا کہ اپنے گھروں میں روزانہ کا ذکر بالجہر کیا کریں تا کہ محلّہ کے افراد تک آواز پہنچے اور حلقہ سے تعارف کا سبب بنے علاوہ ازیں بھائی اس دعوت کو خصوصاً محلّہ داروں تک پہنچانے کا بندوبست کریں اور اسکے لیے سلسلہ کی کتب کو بطور ہدیہ دینے کا اہتمام کیا جائے۔

یونس ہاشمی صاحب نے حلقہ توحیدیہ گکھڑ کی نمائندگی کرتے ہوئے یہ تجویز دی کہ ایک دوسرے کے قریب واقع حلقہ جات کے بھائیوں کو باہمی دورے کر کے اپنے روحانی تجربات Share کرنے چاہئیں۔ چونکہ بیرونی افراد کا اثر عموماً زیادہ محسوس ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں ہر مہینے کی پہلی اتوار کو تمام مجازین اور خادمان مرکز پر حاضری کو یقینی بنائیں ۔مجلّہ کی بہتری کے لئے یونس بھائی کی تجویز کے مطابق صرف اور صرف خادم حلقہ ہی اپنے تمام بھائیوں کا فنڈ پورا کرنے کا ذمہ دار ہونا چاہئے۔

اذن علی شاہ صاحب نے خادم حلقہ توحیدیہ لاہور میاں انور صاحب (جو علیل ہیں) کی نمائندگی کی انکے مطابق توحیدی حلقہ لاہور اس وقت ست روّی کا شکار ہے اور اسکی وجہ بھائیوں کی عدم توجہی ہے ۔مجازین کی ذمہ داری ہے کہ وہ مرکز کو آباد کریں بھائیوں کے ساتھ مرکز میں بیٹھ کر روابط قائم کرتے ہوئے راہنمائی کریں اور توحیدی بھائیوں کو سلسلہ کی تعلیم کے فروغ کے لئے متحرک اور سرگرم کریں۔ شیخ سلسلہ کے دست بازو بنیں اور حلقہ جات اور بابا جان کے درمیان رابطے کا کام انکی ذمہ داری ہے جو بخوبی نبھائیں ۔مرکز تعمیر ملت میں مسجد اور مدرسے کی تجویز بھی شاہ صاحب کی طرف سے آئی انکے خیال میں مدرسے میں سلسلہ توحیدیہ کی تعلیمات کی ترویج و اشاعت کی جائے۔ضلعی سطح پر ایسا انتظام ہو کہ تمام بھائیوں کی باہمی ملاقاتیں عمل میں آئیں۔

محمد شفیق صاحب نے جڑانوالہ حلقہ کی نمائندگی کرتے ہوئے رابطے کی کمی کو دور کرنیکا یہ حل پیش کیا کہ دو ماہ بعد مجازین اور خادمان ضرور مرکز پر آئیں اور حلقہ کی ترقی کے لئے باہمی مشورہ سے لائحہ عمل مرتب کریں ۔آپ کے بقول خادمان کا کردار سب سے اہم ہے۔ انکو ہفتہ میں کم از کم ایک بار ضرور مرکز پر رابطہ کرنا چاہئے جو حلقہ فنڈ اور حلقہ کی حاضری کی مکمل رپورٹ بابا جان کو دیں اور پھر بابا جان غیر حاضر یا ست بھائیوں کے متعلق لائحہ عمل تجویز کریں۔ خادم حلقہ ہی متعلقہ حلقہ کی غیر فعالیت کا ذمہ دار ہے۔جو حلقہ غیر فعال ہو وہاں خادم حلقہ کی تبدیلی بھی مثبت پیش رفت لا سکتی ہے۔

محمد صادق ڈوگر صاحب جو قبلہ انصاریؒ سے بیعت ہیں،بھی پسرور سے تشریف لائے اور بابا جان کی خصوصی دعوت پر مجلس مشاورت میں شریک ہوئے ۔آپ نے بھائیوں کو

ہدایت کی کہ جب بھی موقع ملے سلسلہ کی تعلیم ضرور دوسروں سے ڈسکس کریں اور سلسلہ کا تعارف کروائیں چاہے وہ رشتہ داروں کی محفل ہو یا آپ کسی بس میں سفر کر رہے ہوں۔

محمد اسلم چیمہ صاحب نے حلقہ ڈسکہ کی نمائندگی کرتے ہوئے اس امر پر زور دیا کہ جب ہم دھڑا دھڑ لوگوں کو بیعت کرواتے ہیں تو یہ لوگ وقتی اُبال کے بعد بھاگ جاتے ہیں اسکا اثر دوسرے بھائیوں کے مورال پر بھی ہوتا ہے لہٰذا مرید بنانے کا معیار وہی ہو جو قبلہ انصاریؒ کے دور میں تھا۔ ہر خادم حلقہ بلکہ ہر توحیدی کے پاس سلسلے کی کتب کا مکمل سیٹ ضرور ہونا چاہیے۔

عابد کبیر شاہ صاحب حلقہ شجاع آباد سے تشریف لائے اور خادم حلقہ اور مجاز کی اہمیت کو اجاگر کیا آپ کے بقول نئے بھائیوں کو حلقہ ذکر میں ضرور بلایا جائے اور انکو غائبانہ توجہ دی جائے اور ان کے لیے دعا کی جائے۔ ان کے ساتھ سلسلہ کی انفرادیت پر بات کی جائے۔ مجلّہ فلاح آدمیت کا خسارہ کم کرنے کے متعلق آپکی تجویز کو Appricate کیا گیا کہ صاحب استطاعت بھائیوں کو چاہیے کہ اپنے تمام احباب کو اعزازی مجلّہ Issue کروائیں اور اسکے اخراجات خود ادا کریں۔ یہ انکے لیے صدقہ جاریہ بن جائے گا۔ ماہانہ حلقہ فنڈ بہت اہم ہے جو ضرور جمع ہونا چاہیے۔ ایک ضلع میں Same Day حلقہ ذکر کی محافل نہ ہوں تا کہ ایک جگہ کے بھائی دوسری جگہ پر شریک ہو سکیں۔

چوھدری محمد حسین صاحب: چیچہ وطنی سے تشریف لائے اور اجلاس میں بہت مفید حصہ لیا۔ آپ نے دعوت کے فروغ کے لیے اپنے اندر اخلاص پیدا کرنے اور اپنے اخلاق کی درستگی کو اولین کام قرار دیا۔ اسکے بعد ماہانہ حلقہ فنڈ کی وصولی کو بھی اتنا ہی ضروری قرار دیا جتنا پاس انفاس ضروری ہے۔ آپ نے بھی دوسرے احباب کی تائید کی اور مجازین اور خادمان کو سال میں کم از کم چار مرتبہ مرکز پر حاضری کی تجویز دی۔ تعلیم کے فروغ کیلئے جدید ذرائع ابلاغ کے استعمال کو بہت شدومد سے تجویز کیا۔ فلاح آدمیت کی بہتری کے لئے آپکی کئی اہم تجاویز بھی سامنے آئیں جن پر انشاءاللہ ضرور عمل کیا جائے گا۔

سید محمد عبد اللہ صاحب

لسوڑی ضلع ملتان سے اجلاس میں شریک ہوئے اور نہایت اہم تجاویز دیں ۔ایسے حلقے جہاں جمود ہو وہاں کے خادم حلقہ کو تبدیل کر دیا جائے اور ہر بھائی سال میں ایک نئے آدمی کو حلقہ سے ضرور متعارف کروائے اور انہیں لٹریچر پڑھنے کے لیے ہدیہ کرے۔اس کے لیے اپنے محلے میں موجود مسجد میں نماز فجر کے شرکاء کو ہدف مقرر کیا جائے۔حلقہ فنڈ کے اضافے کے لیے بھائیوں سے رابطہ لازماً ہو۔

منظور قادر بھٹہ صاحب

فیصل آباد سے تشریف لائے ۔آپ نے تجویز کیا کہ سلسلہ توحیدیہ کا مختصر اور جامع تعارف بنایا جائے جو ہمارے ہر بھائی کو زبانی یاد ہو اور کسی کو تعارف کرواتے ہوئے ابتدائی گفتگو کے طور پر وہ ادا کیا جائے غیر فعال بھائیوں سے رابطہ نہ توڑا جائے بلکہ پیار، حکمت ،اور اخلاص کیساتھ انکو دوبارہ مائل کیا جا سکتا ہے۔فلاح آدمیت ، میں متنوع قسم کے موضوعات شامل ہوں۔ تا کہ قارئین کی دلچسپی قائم رہے ۔مرکز سے رابطے میں کوتاہی نہ ہو۔"توحیدی مدرسہ" کی بنیاد رکھی جائے اس ضمن میں حلقہ کے مخیّر بھائی فی سبیل اللہ آگے آئیں۔

حافظ محمد یٰسین صاحب

نوکھر سے مجلس مشاورت میں شریک ہوئے ۔اور بابا جان ڈار صاحب کی اس خواہش کو دہرایا کہ سلسلہ کے تعارف پر مبنی ایک مختصر تعارف شائع ہونا چاہیے جو ہزاروں کی تعداد میں ہو اور اسے عوامی سطح پر تقسیم کیا جائے اس کے لیے کسی ماہ کے فلاح آدمیت میں ہی یہ تعارف شائع کیا جا سکتا ہے یہ تعارف سوالاً جواباً بھی ہو سکتا ہے جس میں دوسرے سلاسل سے تقابلی جائزہ بھی پیش کیا جا سکتا ہے۔حافظ محمد یٰسین کی تجویز پر ہی کئی سالوں سے شیخ سلسلہ کے سالانہ خطبے کو علیحدہ شائع کرنے کی بجائے فلاح آدمیت کا خاص نمبر بنایا جاتا ہے تا کہ خرچ میں کمی کی جا سکے۔

عبد الحکیم صاحب

کراچی سے تشریف لائے اور کراچی کے بھائیوں کی فہرست پیش کی اور فرمایا کہ ہر بھائی کی بات ہی بہت اچھی ہے ان پر ضرور عمل ہونا چاہیے۔

محمد قاسم توحید ی صاحب

ملتان سے خادم حلقہ ہیں آپ نے حافظ یٰسین صاحب کی تعارفی کتابچے والی تجویز کی تائید کی اور اس امر پر زور دیا کہ سلسلے کے تعارف کے لیے مختلف اہم مقامات پر تعارفی سیمینار کروائے جائیں اس ضمن میں آپ نے بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی میں وقتاً فوقتاً ہونے والے پروگرامات کا حوالہ بھی دیا۔ ماہانہ رابطے میں با قاعدگی، حلقہ پر حاضری اور مجلّہ فنڈ کی وصولی کے لیے جدید طریقہ کار کے مطابق کمپوز شدہ فارمیٹ میں فہرستیں مرکز پر ارسال کی جائیں۔ آپ نے یہ تجویز بھی دی کہ جو بھائی فنڈ نہیں دیتے ان کا نام بھی لسٹ میں ضرور شامل کیا جائے مگر ان کے آگے جگہ خالی چھوڑ دی جائے تا کہ ایسے بھائی بابا جان کے نوٹس میں ہوں۔

حافظ عبد الکریم صاحب

بھی ملتان کے دوسرے حلقے کے خادم ہیں۔ آپ نے تجویز دی کہ ہفتہ وار حلقہ ذکر اگر چہ خادم حلقہ کی ذمہ داری ہے مگر دوسرے بھائیوں کو بھی آگے آنا چاہیے اور ہر بھائی کے گھر میں کبھی کبھار حلقہ ذکر کی محفل ہونی چاہیے۔ تا کہ اس محلّہ سے آدمی شریک ہوں اور سلسلے کا تعارف پھیلے۔ مرکز سے رابطہ اہم ہے۔ غیر حاضر بھائیوں سے اجتماعی ملاقات کی جائے۔ سینئر بھائی لازمی مجلّہ کے لیے مضامین لکھیں۔

معین الدین صاحب

بطور خادم حلقہ نوشہرہ ورکاں شریک محفل تھے۔ آپ نے تمام تجاویز کی تائید کی اور اس میں ایک دو اہم اضافے بھی کیے آپ نے تبلیغی کمیٹیاں بنانے کی تجویز دی جو خادمان اور مجازین پر مشتمل ہوں اور اکثر و بیشتر مختلف حلقہ جات کا دورہ کر کے سلسلہ کی تبلیغی مہم چلائیں۔ مجلّہ فنڈ

300 کی بجائے 500ہونا چاہیے۔اوراس کی وصولی کویقینی بنایا جائے ۔خادمان اور مجازین ڈبل چندہ ادا کیا کریں ۔مرکز سے رابطہ بہت ضروری ہے۔

رانا جاوید اقبال صاحب

رانا جاوید اقبال صاحب نے فتح پور کی نمائندگی کی اور بیشتر باتوں کی تائید کرتے ہوئے ایک اہم بات کا اضافہ کیا کہ ہر توحیدی فی سبیل اللہ دعوت کے لیے اپنے وقت کا کچھ حصہ مخصوص کرے، چاہے وہ مہینے میں ایک دن ہو یا ایک گھنٹہ ہو۔اس وقت میں پہلے سے مقرر کردہ افراد سے وقت لیکر ملا جائے اور اپنی دعوت کو ان تک پہنچایا جائے۔حلقہ فنڈ کے ضمن میں خادمان اس کی اہمیت اور مقاصد کے متعلق بار بار یاددہانی کروائیں اور اسکے فوائد سے آگاہ کریں اور ہر بھائی تعلیم کے مطابق اپنی کمائی کا اڑھائی فیصد مقررہ وقت پر ماہانہ بنیادوں پر پہنچائے ۔

لیاقت علی صاحب

نے چوک اعظم حلقہ کی نمائندگی کی اور مذکورہ تمام تجاویز کی تائید کی اور ہر بھائی کے لیے سلسلہ کی تعلیم پر اخلاص کیساتھ عمل کرنے کی بابت زور دیا۔

امجد نواز صدیقی صاحب

امریکہ سے تشریف لائے ہوئے تھے باباجی کی خصوصی دعوت پر شریک مجلس ہوئے اور نہایت ہی اہم باتوں کی طرف توجہ دلوائی آپ نے جدید دور کے Communication Tools کو اختیار کرنے کی اہمیت بتائی اس ضمن میں Facebook,SMS,E-Mail کو استعمال کرنا تجویز کیا۔ایک مثال بیان کرتے ہوئے کہا کہ ایسا مسیج ہو جو چونکا دینے والا ہو مثلاً

''کیا آپ اللہ سے ملنا چاہتے ہیں''

اس کے بعد جو آدمی رابطہ کرے اس سے بڑی حکمت اور پیار سے Deal کیا جائے۔ رسالے کی اشاعت کو بڑھا کر اسے دعوت کا ذریعہ بنایا جائے ۔مجازین اور خادمان کی مرکز پر حاضری کو انکی ٹریننگ کا ذریعہ بنایا جائے جو Refresh Course کی حیثیت رکھے۔

ان تمام باتوں کو Practically Impliment کرنے کے لیے ایک ایسا Paid آدمی مرکز پر موجود ہو جو ان تمام Mediums کو استعمال کرے اور بابا جان اور بھائیوں کا رابطہ کروائے۔ مدرسہ کے متعلق آپ نے اس بات کا اضافہ کیا کہ ہمیں اپنے بچوں کی تربیت کے لیے مرکز کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ایسا نصاب تشکیل دیا جائے جو گرمیوں کی چھٹیوں میں بچوں کو یہاں بلوا کر مکمل کروایا جائے تاکہ ان کی اخلاقی و روحانی بالیدگی کا سامان میسر آئے۔تمام حلقہ جات کے ذمہ ایک مخصوص تعداد میں مجلّہ کی ممبر شپ لگائی جائے جو ہر حال میں Full Fill ہو۔حلقہ فنڈ میں اضافے کے لیے آپ نے تجویز کیا کہ خادم حلقہ یاددہانی کرواتا رہے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے دینی و دنیاوی فوائد سے آگاہ کرتا رہے اور حلقہ ذکر میں قرآن وسنت سے ایسی آیات و احادیث کی بار بار تکرار کرے جن میں اللہ نے اپنی راہ میں خرچ کی گئی رقم کو کئی گنا کر کے واپس کرنے کا وعدہ کیا ہے۔آپ نے اپنی مثال بھی دی کہ ایک دفعہ مجھے کام میں خسارہ ہوا جس پر میں نے تہیہ کیا کہ میں نقصان کے باوجود اللہ کی راہ میں اتنے پیسے خرچ کروں گا اور اللہ سے تجارت کروں گا اور میں نے کیے اللہ نے اپنے وعدے کے مطابق مجھے اس خسارے سے نجات دی اور اس رقم کو کئی گنا کر کے لوٹایا۔

محمد شریف چیمہ صاحب نے حلقہ اسلام آباد کی نمائندگی کی اور تمام تجاویز کی تائید کی۔

مذکورہ بالا تمام افراد نے یہ تجاویز تحریری صورت میں بھی بابا جان کے پاس جمع کروائیں جس پر بابا جان نے حسب ذیل اقدامات اٹھائے ہیں۔

☆ سلسلہ کی تعلیم کی ترویج و اشاعت کے لیے چھ کتب کا مکمل سیٹ جو پچھلے سال 750 روپے کا تھا۔اس کو لاگت سے بھی کم قیمت یعنی 500 روپے میں پیش کیا گیا ہے۔جب کہ تعمیر ملت اور طریقت تو حید یہ کی نئی اشاعت کروائی گئی ہے اور اسکے کاغذ اور چھپائی کے معیار میں بہترین اضافہ کیا گیا ہے۔تاکہ بھائی اس کو زیادہ تعداد میں خریدیں اور سرکولیٹ کریں۔

☆ مجازین اور خادمان کے مرکز سے رابطے کو مضبوط اور فعال بنانے کے لیے سہ ماہی حاضری کو حتمی شکل دی گئی ہے اور اس ضمن میں جون کے آخری عشرے کی تاریخ فائنل کی جائے گی

جو متعلقہ افراد کو بذریعہ فون بتا دی جائے گی۔اس تربیتی فورم کو مستقل بنیادوں پر استوار کیا جائے گا۔
اس میٹنگ کا Pre-Plan ایجنڈا فراہم کیا جائے گا۔

☆ سلسلے کا تعارفی کتابچہ بھی بڑی تعداد میں شائع کیا جائے گا اس کے لیے خادمان اور مجازین کے علاوہ بھی کوئی بھائی اگر مختصر تعارف لکھنے کے لیے اپنا قلمی حصہ ڈالنا چاہے تو ضرور کچھ لکھ کر مرکز ارسال کرے۔اس کو Re-Arrange کر کے ایک بہترین اور جامع تعارف بنایا جائے گا۔جس میں ایسے تعارفی جملے بھی شامل ہوں گے جو ہر بھائی کو یاد کرنے آسان ہوں گے۔

☆ بھائیوں کا باہمی رابطہ ضرور زیادہ ہونا چاہیے۔نزدیکی حلقہ جات کے بھائی ایک دوسرے کے ہاں جانا اپنا معمول بنالیں۔اس ضمن میں مرکز تعمیر ملت پر بھی پندرہ روزہ محفل ذکر کا آغاز کر دیا گیا ہے تا کہ نواحی علاقوں سے بھائی یہاں پر اکٹھے ہوں۔

☆ مرکز پر ایک Office Assistant متعین کیا جائے گا۔جس کا Duty Rooster تیار کیا جا رہا ہے اس سے رابطے میں فعالیت اور سلسلہ کی سرگرمیوں میں تسلسل رہے گا۔

☆ مدرسے کی تجویز کو بابا جان نے پسند کیا اور فرمایا کہ ''قبلہ انصاریؒ نے بھی فرمایا ہے کہ دعوتی سرگرمیوں کے لیے تنخواہ دار مبلغ رکھے جائیں'' یہ بھی دعوتی سرگرمی کا اچھا ذریعہ ہے مگر اس وقت سلسلے کی مالی حالت اس قابل نہیں کہ یہ Project شروع کیا جائے اگر کوئی بھائی اس ضمن میں کسی کام آ سکتا ہے تو رابطہ کر سکتا ہے۔

☆ غیر فعال بھائیوں کے معاملہ میں بابا جان نے نرمی اور خلوص سے مسلسل رابطے کی اہمیت پر زور دیا ہے۔خادم حلقہ کو چند بھائیوں کے ہمراہ جا کر بہترین نصیحت اور حکمت سے معاملہ کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

علاوہ ازیں حلقہ کی بہتری کے لیے اور مرکز سے کسی بھی معاملہ میں رابطہ کرنے کے لیے کھلے دل سے بابا جان کیساتھ رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

سالانہ کونشن 2014ء لمحہ بہ لمحہ

(حافظ محمد یٰسین نوکھر)

سلسلہ عالیہ توحیدیہ اب کسی بھی تعارف کا محتاج نہیں رہا ہے ۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد عصرِ حاضر کے عظیم صوفی بزرگ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے 1950 کی دہائی کے آغاز میں ہی رکھی ۔ہر تنظیم کے کچھ خاص مقاصد ہوتے ہیں ۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا مقصد مسلمانوں میں قرونِ اولیٰ جیسی اعلیٰ وارفع صفات پیدا کرنا ہے ۔اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا ہے ۔اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبت بیدار کرنا ہے اور روحانی توجہ سے انکے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے ۔کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول ﷺ، کثرت ذکر، مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے ۔

کشف وکرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب وعرفان اور اسکی رضا ولقاء کے حصول کو مقصودِ حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے ۔ہر تنظیم اپنے مقاصد کے حصول کیلئے ایسے اجتماعات منعقد کرتی ہے جن سے ان کی تعلیمات کا عکس جھلکتا ہے ۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا سالانہ روح پرور اجتماع 11، 12 اپریل کو مرکز تعمیر ملت وحید کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالا میں منعقد ہوا ۔بابا جان قبلہ محمد صدیق ڈارؒ کی رحلت کے بعد یہ پہلا سالانہ اجتماع تھا جو شیخ سلسلہ جناب محمد یعقوب توحیدی صاحب کی زیر نگرانی منعقد ہوا ۔سالانہ اجتماع میں شرکت کے لئے بھائیوں کی آمد صبح ہی سے شروع ہوگئی تھی دور ونزدیک کے بہت سے حلقہ جات کے بھائیوں نے سالانہ اجتماع میں شرکت کی سعادت حاصل کی ۔

مرکز تعمیر ملت پر آنے والے سب پیر بھائیوں نے پہلے اپنے محبوب روحانی رہنما

قبلہ محمد صدیق ڈارؒ کے مزار مبارک پر فاتحہ خوانی کی۔سالانہ اجتماع کا باقاعدہ آغاز نمازِ عصر کے بعد تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔تلاوت کی سعادت جناب عزیز عارف آف راولپنڈی نے حاصل کی۔بارگاہ نبوت میں گلہائے عقیدت پیش کرنے کے لئے ملتان سے جناب حافظ عبدالکریم کو دعوت دی گئی جنہوں نے بہت خوبصورت انداز میں نعت رسول مقبول ﷺ پیش کی۔ خطبہ استقبالیہ سابقہ ایڈیٹر مجلّہ فلاح آدمیت جناب عبدالقیوم ہاشمی نے پیش کیا جس میں انہوں نے قبلہ محمد یعقوب توحیدی اور مقامی بھائیوں کی طرف سے باہر سے آنے والے مہمانوں کو خوش آمدید کہا جو مصروفیات کو ترک کر کے محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کیلئے یہاں تشریف لائے۔

خطبہ استقبالیہ کے بعد تعارف برادران ہوا جس میں تمام بھائیوں نے فرداً فرداً اپنا تعارف پیش کیا۔سلسلہ تقاریر میں چیچہ وطنی سے بھائی چوہدری محمد حسین نے منقبت پیش کی بعد ازاں انہوں نے اخلاقیات پر سیر حاصل تقریر کی۔کراچی کے بھائی عبدالحکیم صاحب نے سلسلہ توحیدیہ کا تعارف اور ذکر کے فوائد پر گفتگو فرمائی۔محمد صدیق صاحب آف گوجرانوالا نے ذکر کی اہمیت اور طریقے پر تقریر فرمائی۔چوک اعظم کے بھائی جناب لیاقت علی صاحب نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی ترقی و توسیع پر بات چیت فرمائی۔لسوڑی سے تشریف لائے ہوئے بھائی عابد کبیر شاہ صاحب نے مرشد کی محبت پر اظہار خیال فرمایا۔پسرور سے بھائی جناب صادق ڈوگر نے قبلہ ڈار صاحب اور اپنے درمیان ہونے والے بے شمار واقعات کا ذکر فرمایا انہوں نے کہا کہ بابا جان ایک ولی کامل اور دوراندیش ہستی تھے اور بابا جان کی محبت و شفقت کو مثالی قرار دیا۔مدینۃ الاولیاء ملتان سے تعلق رکھنے والے بھائی سید امین شاہ صاحب نے روح کے مقام کے موضوع پر بھرپور تقریر فرمائی۔انہوں نے قرآن و حدیث اور مختلف واقعات سے روح کے مقام و مرتبہ پر بھرپور روشنی ڈالی۔حاضرین نے ان کی تقریر کو بے حد پسند فرمایا۔پہلے دن کے اجلاس کی کاروائی میں نقابت کے فرائض حافظ محمد یٰسین نے سرانجام دیئے۔نماز مغرب کے بعد اجتماعی حلقہ ذکر کی محفل منعقد کی گئی۔نماز عشاء کے بعد وقفہ طعام و آرام ہوا۔اجتماع کے دوسرے دن نماز فجر کے بعد

ایصالِ ثواب کیلئے اجتماعی ختمِ قرآن کا اہتمام کیا گیا اور شیخ سلسلہ نے خصوصی دعا فرمائی تقریباً سات بجے مجلس مشاورت منعقد کی گئی جس میں تمام مجازین کرام اور خادمانِ حلقہ نے شرکت کی۔ مجلس مشاورت تقریباً 3 گھنٹے تک جاری رہی جس میں حلقہ کی ترقی و توسیع مجازین کرام اور خادمانِ حلقہ کے کردار و اہمیت پر بھرپور بات چیت کی گئی۔ نیز فلاحِ آدمیت کو مزید فعال اور سلسلہ عالیہ توحیدیہ کو عام کرنے پر بھی بھرپور غور و خوض کیا گیا۔

اجتماع کے دوسرے دن کے اجلاس کی کاروائی کا آغاز تلاوت و نعت سے ہوا۔ تلاوت جناب عزیز عارف اور نعت شریف ماجد محمود اور حافظ عبدالکریم نے پیش کی۔ سلسلہ تقاریر میں نوکھر کے بھائی ماجد محمود توحیدی نے اللہ کے ذکر کے فوائد و ثمرات اور ذکر نہ کرنے کے نقصانات پر تقریر کی۔ راولپنڈی سے تعلق رکھنے والے بھائی پیر خان صاحب نے سالانہ اجتماع کے اغراض و مقاصد پر جامع اور سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ چوہدری عبدالرشید ساہی صاحب نے "مردِ مومن اقبال کی نظر میں" کے عنوان کے تحت تقریر کی۔ راولپنڈی کے بھائی جناب غلام مرتضیٰ صاحب نے تقویٰ کے بارے میں اظہارِ خیال فرمایا۔ محمد امین شاہ صاحب نے "عبادت سنت نبوی کے مطابق" عنوان سے گفتگو فرمائی۔

دوسرے اجلاس میں نقابت کے فرائض سید عبداللہ شاہ صاحب نے سرانجام دیئے۔

نمازِ ظہر کے بعد وقفہ طعام و آرام ہوا۔ نمازِ عصر کے بعد تیسرے اجلاس کی کاروائی کا آغاز ہوا۔ تلاوت کلام پاک کی سعادت حافظ عبدالکریم صاحب جبکہ نعت شریف کی سعادت محمد گلریز انجم صاحب نے حاصل کی۔ سالانہ خطبہ شیخ سلسلہ جناب قبلہ محمد یعقوب صاحب نے "زادِ راہ مثبت سوچ" کے عنوان پر ارشاد فرمایا۔ اپنے خطبے کے آغاز پر آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا فرمایا کہ جس کی توفیق سے ایک بار پھر اکٹھے ہونے اور اپنے بھائیوں سے مل سکنے اور ایک دوسرے کے تجربات، جذبات اور علم سے فائدہ حاصل کرنے کا موقع نصیب ہوا۔ اپنے خطبہ میں شیخ سلسلہ نے قبلہ ڈار صاحب کی سلسلہ کیلئے خدمات اور ان کی محبت اور خدمت کو بھرپور انداز میں خراجِ تحسین پیش کیا۔

نمازِ مغرب کے بعد حلقۂ ذکر اور نشست بیعت منعقد ہوئی ۔بعد نماز عشاء وقفہ طعام ہوا اور پھر محفل سماع کی نشست ہوئی ۔رفاقت حسین قوال وہمنوا نے محفل سماع میں اپنے فن کا بہترین اظہار کیا اور حاضرین نے سماع کی نشست کو بے حد پسند فرمایا۔محفل سماع کے بعد ترانہ توحیدیہ پیش کیا گیا اور شیخ سلسلہ نے خصوصی دعا فرمائی ۔نماز فجر ادا کرنے کے بعد ناشتے کا اہتمام اور پھر شیخ سلسلہ سے الوداعی ملاقات کا سلسلہ شروع ہوا جو بھائیوں کی روانگی تک جاری رہا ۔یوں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا اجتماع اپنے اختتام کو پہنچا۔لیکن حقیقت میں یہ آئندہ سال کیلئے نئے عزم اور حوصلے کا نقطۂ آغاز تھا ۔اجتماع کا سماں پورے سال کیلئے ہمارے دلوں میں تازگی اور نیا جوش پیدا کرتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں اسلام کی سچی تعلیم کو اجاگر کرنے اور ہمیں سلسلہ کی تعلیمات پر خود عمل کرتے ہوئے دوسرے لوگوں تک پہنچانے کی توفیق عنایت فرمائے ۔آمین

قبلہ محمد صدیق ڈارؒ نے فرمایا :

روح ہی انسان کی اصل ہے اور تمام ظاہری عبادات اور معاملات سے مقصود بھی قلب کی اصلاح کرنا اور من کی دنیا آباد کرنا ہے۔

"اللہ تعالیٰ بھی جب کسی کو ہدایت دینا چاہتا ہے تو اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے"۔(انعام۔25)

پھر اپنے ذکر کی برکت سے انہیں اطمینان قلب اور روحانی مسرت کی وہ دولت عطا فرماتا ہے جس کی تلاش میں مادہ پرست مفکر اور فلاسفر مارے مارے پھر رہے ہیں ۔وہ اپنی محبت کے طلبگاروں کو ایسا جام پلاتا ہے کہ وہ دو عالم سے بے نیاز اور بے تاج بادشاہ بن جاتے ہیں ۔اوران کے لئے مادی محلات اور لذات میں کوئی کشش باقی نہیں رہتی ۔یہ استغناء جسے علامہ اقبالؒ معراج مسلمانی قرار دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ باطنی رحمت اور روحانی رزق کی بدولت انہیں ملتا ہے۔

(اقتباس از مقصود حیات)

تزکیۂ نفس (خطبہ استقبالیہ)

(عبدالقیوم ہاشمی)

اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ ہم سب بھائی سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے روح پرور اجتماع میں شریک ہیں اور اللہ والوں کی صحبت سے مستفید ہو رہے ہیں۔اس دفعہ یقیناً تمام بھائی قبلہ محمد صدیق ڈار رحمتہ اللہ علیہ سے جدائی کی وجہ سے بہت دل گرفتہ اور مغموم ہیں مگر آپ کی تعلیم اور فیض انشاء اللہ ہمیں تا حیات میسر رہے گا اللہ تعالیٰ اُنکے درجات بلند فرمائے۔(آمین)

ہم اُن تمام بھائیوں کے بے حد مشکور ہیں جنہوں نے اس اجتماع کے انتظامات کیے اور بھائیوں کو بھی تہہ دل سے خوش آمدید کہتے ہیں جو اپنی تمام تر مصروفیات کو پس پشت ڈال کر محض اللہ کی رضا کی خاطر تشریف لائے اللہ تعالیٰ ہماری حاضری قبول فرمائے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں انسانوں اور جنوں کو مقصد حیات بتاتے ہوئے فرماتے ہیں (ترجمہ)"ہم نے جن و انس کی تخلیق اسلئے کی تا کہ وہ میری بندگی کریں"۔

اس طرح قرآن کی رو سے اللہ تعالیٰ کی کامل بندگی ہی ہمارا مقصودِ حیات ہونا چاہیے اسلام کی تمام تعلیمات کا مرکز و محور الٰہی ہدایات کے گرد گھومتا ہے یہ نماز، روزہ، خیرات، خدمت خلق اور اعلیٰ اخلاق کا حصول اسی لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے خالق و مالک اور ربِّ کریم کے سچے اور وفادار بندے بن جائیں اور یہی دنیا و آخرت کی حقیقی کامیابی ہے۔اللہ کے قرب اور بندگی کی راہ میں جو رکاوٹ انسان کو پیش آتی ہے وہ خود ہمارا نفس اور شیطان ہے۔قرآن کریم ہمیں نفس کی فریب کاریوں اور شیطان کی مکاریوں سے بچنے کیلئے بار بار متنبہ کرتا ہے پیغمبروں نے انسانوں کو بتایا کہ اگر تم نے خود کو نفسانی خواہشات کے تابع کر لیا اور دنیا ہی کے ہو کر رہ گئے اپنی خواہشات کو ہی مقدم رکھا تو یہ زندگی غیر فطری اور بدنظمی کا شکار ہو جائیگی اور ایسا فساد پھیلے گا کہ یہ دنیا جہنم بن جائے گی۔اگر انسان نے اپنی ذات، اپنے اصل جوہر اور اپنے روحانی وجود کو نہ پہچانا تو وہ

مقامِ آدمیت سے گرتا چلا جائیگا اورانسانیت تباہ وبرباد ہوجائیگی۔انسان کا نفس اُس وقت تک فریب کاریوں میں مبتلا رہے گا جب تک نفس کے اندر سے غصہ،نفرت،حرص وہوا،حسد،بغض اور کینہ جیسی رذیل روحانی بیماریاں دور نہ ہوں اوران کی جگہ محبت،ایثار،صداقت،علم وبرداشت اور رحم وکرم جیسی خوبیاں پیدا ہوجائیں۔اسی مرحلے کوقرآن کریم **یــزکیـکـم** سےموسوم کرتا ہے انبیائے کرام کی بعثت کا اصل مقصد بھی انسانوں کا تزکیہ نفس ہی رہا ہے گویا پیغمبر اور صالحین تزکیۂ نفس کرتے ہیں۔قرآن کی رو سے صالحین کی صحبت اختیار کرنے کا واضح حکم ہے۔اسطرح ہمیں مرتے دم تک نفس کو پاکیزہ کرتے رہنا ہے تاکہ اللہ کی کامل بندگی کا حصول ممکن ہوسکے۔قرآن کریم ہمیں شیطان کی چالوں سے بچنے کی بھی واضح رہنمائی فراہم کرتا ہے اس کے لئے ہمیں پیہم اللہ کی یاد یعنی ذکراللہ کواپنی زندگیوں کا حصہ بنانا ہوگا۔یہ ذکراللہ نماز،تلاوت قرآن اور ہروقت چلتے پھرتے اللہ کویاد کرنے پر مشتمل ہے ذیل میں دو آیات مبارکہ سے واضح ہوجائے گا کہ ذکراللہ سے غفلت کرنا شیطان سے تعلقات استوارکرنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ناطہ توڑنے کے مترادف ہے(ترجمہ)جوشخص ذکرالٰہی سے آنکھ چرائے ہم اُس پر ایک شیطان مسلط کردیتے ہیں اور وہ اُسکا رفیق ساتھی بن جاتا ہے۔(**الزخرف**.36)

ترجمہ: شیطان اُن پر مسلط ہو چکا ہے اوراُس نے خدا کی یاد اُن کے دل سے بھلا دی ہے وہ شیطان کا گروہ ہیں۔آگاہ ہوجاؤ شیطان کا گروہ ہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔

(**المجادلہ**۔19)

نفس کی اصلاح اور شیطان سے مستقل طور پر تعلق منقطع کرنے کیلئے تزکیہ نفس اور ذکرالٰہی لازم ہے۔اسکے بغیر اللہ کی کامل بندگی کا حصول ناممکن ہے حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ بندہ میرا پوراغلام ہے جو مرتے دم تک مجھ کویاد رکھتا ہے۔ (**ترمذی**)۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیم جوقرآن وسنت کے عین مطابق ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کوتزکیہ نفس کرنے اوردائمی ذکرالٰہی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کوشرف بندگی عطا فرمائے۔(آمین)۔

تقویٰ

(غلام مرتضیٰ۔راولپنڈی)

تقویٰ کے لفظی معنی خود کو تکلیف، نقصان سے بچانا یا محفوظ کرنا ہیں۔اصطلاح کی رو سے تقویٰ کے دو مفہوم ہیں یعنی خاص اور عام جن کی مختصر وضاحت۔

1- **خاص مفہوم:** خاص مفہوم میں تقویٰ سے مراد ہے ممنوع چیزوں سے بچتے رہنا۔ احکام کی دو قسمیں ہیں یعنی اوامر اور نواہی۔امر سے مراد ہے کام کرنے کا حکم اور نہی سے مراد ہے کسی چیز سے باز رہنا۔نہی کی تعمیل کو تقویٰ اور امر کی تعمیل کو بِر کہتے ہیں۔تقوی کا یہ خاص اور ابتدائی مفہوم ہے جو ہمیں اپنی حدود کے اندر رہنا سکھاتا ہے بندہ کیلئے اللہ تعالیٰ کا خوف بنیادی حیثیت رکھتا ہے جس کی وجہ سے آدمی اللہ تعالیٰ کے خوف سے اپنی حدود میں رہتا ہے۔

2- **عام مفہوم:** عام مفہوم کے اعتبار سے تقویٰ وہ پختہ ملکہ ہے جو انسان کی ہر لحہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور برائی سے احتراز پر راسخ رکھتا ہے چونکہ یہ زندگی سراسر عمل ہے اسلئے نیک اعمال یعنی اعمال بِر کے دوران بھی تقویٰ کا وجود ضروری ہے۔جناب رسالت مآب ﷺ سے ایک صحابی نے پوچھا کہ خوف خدا رکھنے والے لوگ کون ہوتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ "یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں اور صدقہ دیتے ہیں اور ساتھ ہی یہ خوف رکھتے ہیں کہ ان کے اعمال اللہ تعالیٰ نامنظور نہ کردے۔" جناب رسالت مآب ﷺ کا ارشاد ہے کہ دنیا اور عورتوں سے تقویٰ رکھو۔یہاں تقویٰ سے مراد یہ نہیں کہ دنیا سے ہمیشہ دور رہو بلکہ مراد یہ ہے کہ اس کی طلب میں ایسے نہ کھو جاؤ کہ دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہ رہے۔

تقویٰ کی اصطلاح کا ابتدائی اور خاص مفہوم تو یہ ہے کہ دل پر ہر وقت خوف خدا اور اجتناب دنیا کے جذبات غالب رہیں اور عام مفہوم یہ ہے کہ طلب اور خشیت کا حسین امتزاج رہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایمان خوف اور امید کے بین بین ہے۔ **سورہ السجدہ** میں مؤمنین کا یہ وصف بیان ہوا کہ وہ اُمید اور خوف کے ساتھ اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ایک مسلمان پر کبھی رجاء اور کبھی خوف کی حالت طاری رہتی ہے۔کبھی اُمید کی ہمت افزائی ہوتی ہے اور کبھی خوف کی غفلت شکنی۔ جب یہ دوسری حالت یعنی خوف کی غفلت شکنی طاری ہوا سے تقویٰ کہتے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے کعبؓ سے کہا کہ تقویٰ کی تعریف بتایئے۔انہوں نے پوچھا آپ کبھی خاردار راستہ پر چلے ہیں؟ کہا، ہاں پھر پوچھا کہ آپ نے کیا طریقہ اختیار کیا۔حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ میں نے بچاؤ کیا اور کپڑے سمیٹ کر چلا۔حضرت کعبؓ نے کہا یہی تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نیکی اور بدی کی حدود مقرر کر دی ہیں اور بتادیا ہے کہ اگر وہ نیکی کی حدود کے اندر رہا تو اللہ کی نگاہ میں سرخرو ہوگا اور اگر وہ ان حدود کو پار کر جائے تو ذات ایزدی اسے عذاب میں گرفتار کرے گی اس تصور کو پختگی اور مضبوطی کے ساتھ دل میں بٹھالینا عین تقویٰ ہے۔اس طرح ضمیر بیدار ہو جاتا ہے۔اور خیر و شر میں تمیز پیدا ہو جاتی ہے۔

تقویٰ کے مراتب :

امام بیضاوی نے اپنی تفسیر میں تقویٰ کے مندرجہ ذیل تین مراتب بتائے ہیں

1- جہنم سے ڈر کر اپنا دامن شرک سے بے داغ رکھنا۔یہ توحید خالص ہے جسے قرآن نے **کلمہ التقویٰ** کہا ہے۔

2- ہر اس فعل یا ترکِ فعل سے اجتناب کرنا جس میں گناہ ہو حتیٰ کہ صغیرہ گناہوں سے بھی بچنا شرع میں اسی کو تقویٰ کہتے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: " اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے"۔

3- ہر اس چیز سے جو حق سے غافل کرتا ہے قطعاً لاتعلق رہنا اور حق کے ساتھ ظاہر و باطن میں دل بستگی رکھنا یہ اعلیٰ ترین تقویٰ ہے۔جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ترجمہ:"اللہ تعالیٰ سے تقویٰ

رکھو جیسے کہ تقویٰ کا حق ہے۔اس میں احتیاط رہے کہ کہیں رہبانیت داخل نہ ہوجائے ۔اور نہ اپنے سے متقی شخص سے حسد یا بغض پیدا ہوجائے ۔

تقوی کی اهمیت:

1- تقویٰ بنیادی حیثیت رکھتا ھے : تقویٰ انسانی شخصیت کی تکمیل وتعمیر میں بنیادی اور مرکزی حیثیت رکھتا ہے ۔قرآن حکیم اور حدیث شریف میں وضاحت سے بتایا گیا ہے کہ تقویٰ کا مقام دل ہے اسلامی تعلیمات سے ثابت ہوتا ہے کہ تقویٰ پر ہی سب نیک ارادوں اور صالح نیتوں کا دارومدار ہے تقویٰ نہ ہوتو نیت اور ارادہ کی کوئی پابندی نہ رہے اور انسان کو سوائے برائی کے اور کچھ نہ سوجھے ۔

آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اجسام سے غرض نہیں رکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے ۔مراد یہ ہے کہ اگر دل میں تقویٰ موجود ہوتو اعمال صالح ہوتے ہیں اور اگر تقویٰ نہ ہوتو اعمال باطل ہوتے ہیں ۔

عبادات کو اسلام میں بنیادی اہمیت حاصل ہے اور اس بنیاد کی قرارگاہ بھی تقویٰ ہے ۔ تقویٰ کے بغیر عبادات کی کوئی قدر و قیمت نہیں ۔حج کے بارے میں جہاں یہ حکم آیا ہے کہ سفر پر چلنے سے قبل زادِ راہ کا اہتمام کرلو وہاں ساتھ ہی اس سے آگاہ کیا کہ بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے قربانی کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تک تمہارے ذبیحوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے جس کا مقام دل ہے۔ اسلام میں اخلاق کی جو اہمیت ہے وہ محتاج بیان نہیں لیکن تقویٰ تمام اخلاق کی روح ہے ۔لباس کے بارے میں بھی اصل الاصول یہ بتایا کہ بہترین پوشاک لباس تقویٰ ہے ۔اسی طرح اخلاق کے بعض دیگر عنوانوں مثلاً عفو اور انصاف کی تاکید میں یہ دلیل بتائی کہ یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہیں ۔چند منافقین نے قباء کی بستی میں ایک مسجد کے ہوتے ہوئے دوسری مسجد محض تفرقہ اور فتنہ کے لئے بنا ڈالی تو اس بارے میں وحی نازل ہوئی کہ پہلی مسجد کی بنیاد چونکہ تقویٰ پر ہے اسلئے اسی میں نماز پڑھی جائے ۔

2- تقویٰ بہترین چیز ہے:

نبی کریم ﷺ نے جمعہ کا پہلا خطبہ جو قباء کے مقام پر ارشاد فرمایا اس کا مرکزی مضمون تقویٰ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا " میں تمہیں تقویٰ کی تلقین کرتا ہوں کیونکہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو جو بہترین تلقین کر سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اسے آخرت کے لئے آمادہ کرے اور تقویٰ کا حکم دے۔ ایک صحابیؓ نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میں سفر پر جا رہا ہوں آپ میرے لئے دعا فرمائیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں تقویٰ کا زادِ راہ دے۔

3- تقویٰ ہر حال میں مطلوب ہے :

اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور وہ ظاہر اور باطن سے آگاہ ہے دل میں جب کوئی خیال اٹھتا ہے تو اس سے قبل کہ ہم خود اس سے آگاہ ہوں اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہوتا ہے۔ اسلئے خوفِ خدا ہر حال میں ضروری ہے حدیث قدسی ہے کہ میں اس بات کا حقدار ہوں کہ مجھ سے تقویٰ رکھا جائے جس نے مجھ سے تقویٰ کیا اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ جانا اس کے لئے میرے پاس مغفرت ہے۔ ایک دفعہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے جنابِ رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے نصیحت فرمائیے حضور ﷺ نے جواب دیا میں تمہیں تقویٰ کی تلقین کرتا ہوں کیونکہ یہ ہر چیز کی ابتداء ہے۔

ترتیب: تقویٰ کی تربیت کے لئے سب سے پہلے اس بات کا علم حاصل کرنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان کے لئے کیا حدود مقرر فرمائی ہیں۔ بعض طبیعتیں ان پابندیوں کو نہایت خوشی سے قبول کر لیتی ہیں لیکن بعض طبیعتوں کو بتدریج ان کا عادی ہونا پڑتا ہے۔ شروع میں طبیعت پر کچھ بوجھ سا پڑتا ہے لیکن آہستہ آہستہ ان پابندیوں میں دل کو سرور ہونے لگتا ہے اور نیکی اور بدی کی تمیز مشتبہ باتوں میں بھی خود بخود ہونے لگتی ہے بلکہ دل میں یہ ملکہ پیدا ہونے لگتا ہے کہ جہاں برائی سامنے آئی اس میں اضطراب پیدا ہوا۔

جناب رسالت مآب ﷺ نے ایک بار ایک صحابیؓ سے فرمایا کہ شک میں ڈالنے والی چیز کو چھوڑ اور اس کے عوض ایسی چیز کو اختیار کر کہ جو شک میں نہ ڈالے۔ صحابیؓ نے عرض کیا کہ میں کیونکر جانوں کہ فلاں چیز مشکوک ہے۔ فرمایا کہ جب تو کسی کام کا ارادہ کرے تو دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھ لے۔ یہ کام حرام ہوگا تو تیرا دل دھڑکنے لگے گا اور اگر جائز ہوا تو دل میں سکون ہوگا اور جان لے کہ متقی مسلمان صغیرہ گناہ سے بھی اس خوف سے دور رہتا ہے کہ کہیں کبیرہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو جائے۔ (جاری ہے)

سلسلہ کی ترقی کیلئے تجاویز (لیاقت علی۔ چوک اعظم)

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے (اقبالؒ)

اس شعر میں علامہ صاحب نے "عمل" کی اہمیت پر زور دیا اسی طرح خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے چراغ راہ خطبہ نمبر 2 میں فرمایا انسان کی تمام شرافت اور ساری بڑائی صرف اس اصول پر منحصر ہے کہ وہ جن باتوں کو خود اپنی مرضی اور خوشی سے اپنے اوپر لازم کرلے ان پر دل و جان سے عمل کرے چاہے کتنی ہی رکاوٹیں راہ میں حائل کیوں نہ ہوں سب کو ٹھکراتا ہوا آگے بڑھتا چلا جائے۔ مزید فرمایا کہ "جو فرد یا جماعت ایسا نہیں کرتی وہ کبھی اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔ سلسلہ کی ترقی کیلئے چند گزارشات ہیں۔

(1) ہر پیر بھائی ایک بھائی کو سلسلہ سے منسلک کرنے کے فارمولے پر عمل پیرا ہو جائے

(2) مختلف جگہوں پر حلقۂ ذکر کی محافل کا انعقاد کرنے سے سلسلہ کی تعلیم کا تعارف ہوگا۔

(3) پیر بھائی باہمی میل ملاقات اور صحبت کا التزام کریں اور سگے بھائیوں سے بھی زیادہ پیر بھائیوں کو مقدم رکھیں جس سے بھائیوں میں محبت بڑھے گی اور تعلق گہرا ہوگا۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

نقوشِ مہر و وفا

(مرتب: سید رحمت اللہ شاہ)

قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت علیؓ کی خلافت کے وقت بھی اجماع اُمت نہیں تھا۔ امت مسلمہ تقسیم تھی۔ نظام خلافت حضرت عثمان غنیؓ تک تو ٹھیک تھا، سب لوگ اس خلافت کو تسلیم کرتے تھے لیکن آگے تقسیم ہو گئے۔ اس کے بعد امت مسلمہ میں حضرت امیر معاویہؓ پر بھی اجماع ہو گیا تھا، پھر یزید کے دور میں بھی اجماع رہا۔ ہماری تاریخ کی کتب میں کہیں بھی انہیں خلیفہ نہیں لکھا جاتا، جبکہ حضرت علیؓ کو خلیفہ لکھا جاتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟

قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

کہتے ہیں کہ اجماع نہیں ہو سکا۔ ووٹنگ کا سسٹم اس طرح تو نہیں تھا کہ جیسے آج کل ہے۔ Communication ہے، سارا سسٹم Easy ہے، پورے ملک میں ون ڈے At a time الیکشن ہوتا ہے، ووٹ پڑتے ہیں۔ اس وقت ووٹ تو نہیں ڈلتے تھے۔ بظاہر لوگ آ کے بیعت کرتے تھے۔ اس وقت یہ ہوتا تھا کہ سارے شہر مدینہ میں بیعت ہوتی، باقی صوبے کے گورنر بیعت کر لیتے تھے، پھر خلیفہ کی مرضی ہوتی تھی کہ بعد میں Change کر کے گورنر جس کو بنائے۔ وہاں صدارتی نظام تھا۔ یہ بھی صرف مدینہ میں ہوتی تھی، اس وقت چھوٹا سا شہر تھا۔ صاحب الرائے مدینہ کو ہی سمجھا جاتا تھا۔ نبی پاک ﷺ کے صحابہ کبارؓ ان کی اولاد اس وقت بھی وہاں ہی تھے۔ یہ کوئی اتنا لمبا پیریڈ تو نہیں تھا۔ اس میں صحابہ بھی موجود ہوتے تھے۔ انہیں کو صاحب الرائے تسلیم کیا جاتا تھا۔ پھر وہاں سے آگے صوبے ہیں، ان صوبوں کے گورنر بیعت کر جاتے تھے۔

دنیا میں اب بھی ایسے ہی ہے۔ امریکن سسٹم اور قسم کا ہے۔ وہاں جو ممبر کھڑے ہوتے ہیں ان سے ہی کاؤنٹ ہوتا ہے کہ ان کے کتنے تھے اور ان کے اتنے ہیں۔ جس کی پارٹی جیت گئی تو سمجھا جاتا کہ وہ جیت گیا ہے۔ وہاں سارے لوگ President کو Direct ووٹ نہیں ڈالتے۔

نہ وہاں Direct ووٹنگ ہوتی ہے۔فرانس میں اور طرح ہے۔پانچ ، چھ ممبر کھڑے ہوتے ہیں، پہلی ووٹنگ میں کوئی ممبر پچاس فیصد (50%) سے اوپر ووٹ لے جائے تو یہ President ہوگا۔ اگر ایسا نہیں ہوا تو نیچے والے ایک یا دو کو نکال دیں گے۔ چھ ہیں تو دو نے فرض کرو کہ دس، پندرہ Percent ووٹ لیے ہیں تو ان کو نکال دیں گے۔ پولنگ پھر ہوگی، چار ممبر رہ جائیں گے۔اب ظاہر ہے کہ وہ ووٹ بھی اب پڑیں گے جو نچلے دو ممبر نکال دیے گئے تھے۔وہ ووٹ اب ان کو ملیں گے، پھر کاؤنٹ ہوگا۔جب تک کوئی ممبر پچاس فیصد (50%) سے اوپر نہیں جاتا تب تک وہ ممبرز کو نکالتے رہیں گے۔ضروری ہے کہ عوام الناس ہی ایک آدمی کو پچاس فیصد (50%) سے اوپر ووٹ دیں۔دو دفعہ کریں، تین دفعہ کریں لیکن پچاس فیصد سے اوپر جائے گا تب ہی President ہوگا۔

میں اس لئے کہتا ہوں کہ یہ ہمارے لئے زیادہ مناسب ہے کہ صدر کا انتخاب کیا جائے، وزارتیں وہ اپنی مرضی سے بنائے۔یہ نہ ہو کہ میں کیا کروں جی؟ میں نے وزارتیں ان کو دے دیں، یا یہ لوگ ہیں جنہوں نے مجھے وزیراعظم یا صدر بنایا ہے، اب مجھے ان کا لحاظ تو کرنا پڑے گا، اگر یہ نہ رہے تو میری وزارت بھی نہیں رہے گی۔یہ اس کو خدشہ نہیں ہونا چاہیے۔عوام نے اس کو ووٹ دیا ہے، اب اس کو کوئی ہٹا نہیں سکتا، وہ گورنر اور وزیر سب اپنی مرضی سے لگائے۔اس کی یہ Discreation ہے۔اس کو کسی کا لحاظ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، وہ جو چاہے اپنی پالیسیاں Dictate کرسکتا ہے کہ اب ایسا ہوگا۔میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے سسٹم سے زیادہ اچھا ہے۔اس دور میں صدر کا انتخاب ہوتا تھا، پھر اپنی مرضی سے وہ جس کو چاہتا، لگاتا تھا۔ اعتراض بھی ہوسکتا تھا کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے رشتہ داروں کو بنایا۔جو کچھ بھی ہے وہ بہر حال اس کی Discreation ہوتی تھی۔یہ زیادہ Workable ہے۔اچھا رہتا ہے کام کرنا بھی۔ امریکہ میں بھی ایسا ہی ہے کہ جو بنتا ہے وہ چار سال رہتا ہے۔وہاں صدر کلنٹن کی بیوی ہیلری کلنٹن الیکشن میں آئی تھی، اسے وزیر خارجہ بنا دیا۔یہ اچھا ہے، وہ اپنی پالیسیاں Dictate کر کے چلا سکتا ہے۔یہ الگ بات ہے کہ اس کے ووٹ کتنے ہیں مگر حکومت میں اس کا کل اختیار

ہوتا ہے۔ایسے ہی ایوب خان نے ہمارے ہاں صدارتی نظام رائج کیا تھا۔ spirit کی بات ہے وہ تو ہر جگہ ہو سکتی ہے، مگر اسلام کے مطابق وہ اچھا ہے کہ ایک آدمی کے ہاتھ میں Power ہو، وہی Responsible ہو۔جو بھی غلطی کرے وہ ذمہ دار ہو۔یہ نہ ہو کہ وہ سندھیوں نے اپنا بنایا ہے۔ ہارا ہے تو وہ آپ ہی کا ہے، آپ ہی نے بنایا ہے، آپ نے اپنی پالیسی کیلئے بنایا ہے۔ شام بڑا صوبہ تھا، انہوں نے تو بیعت نہیں کی، وہاں استحکام نہیں ہوا کہ ساری اسلامی دنیا نے بیعت کر لی ہے۔ایک اور بات بھی ہے کہ انہوں نے (حضرت امیر معاویہؓ نے) اپنے بیٹے کو کرایا۔حضرت علیؓ نے بھی تو اپنے بیٹے کو نامزد کیا،اس کا تو کوئی نام نہیں لیتے۔جب حضرت حسنؓ کو Nominate کیا تو وہ بیٹے نہیں تھے؟اس وقت(بعد از بیعت خلافت یزید) کیوں خلافت وملوکیت کی بات ہوئی کہ اپنے بیٹے کو نامزد کر دیا؟ حضرت حسنؓ نے خود استعفیٰ دے دیا حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں۔حضور نبی کریمﷺ کی پیشین گوئی بھی لکھی جاتی ہے کہ میرا بیٹا مومنین کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا۔مومنین کی جماعتوں میں۔مومنین بھی دونوں ہی ہیں اور آپؓ نے صلح بھی کرا دی۔اس بیٹے کی Nomination کیلئے ملوکیت نہیں ٹھہری تھی کہ خاندان میں خلافت جا رہی ہے۔وہاں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔انہوں نے خود چھوڑی کہ دنیا کو اچھی نہیں لگتی مگر انہوں نے (حضرت علیؓ) نے بنایا تو سہی۔

قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ) نے کتاب'خلافت معاویہؓ ویزید'' کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ محمود عباسی نے اس میں تو بڑی اچھی باتیں لکھی ہیں یزید کے بارے میں لکھا کہ وہ امیر حج تین سال رہا۔یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ صحابہؓ کی بڑی تعداد بھی اس دور میں موجود ہے اور عریانی وفحاشی کی باتیں ہو رہی ہوں۔بہر حال ہمیں اس معاملہ میں بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔اللہ ہمیں عمل کی توفیق دے، اُس کی کتاب (کتاب اللہ) ہمارے پاس ہے۔صحیح چلیں بس۔باباجیؒ نے بھی یہی لکھا ہے کہ''قرآن میں جن باتوں کے کرنے کا حکم ہے ان کو کرنا، اور جن باتوں سے روکا ہے ان سے رکنا ہی عین اسلام ہے۔''

سچ مومن کی ڈھال ہے

(حمید اللہ حمیدی)

خالق کائنات کی کسی بھی تخلیق پر نگاہ اٹھا کر دیکھیں تو ہر چیز ہمیں سچ بولتی دکھائی دیتی ہے۔ قدرت کے کسی بھی شاہکار میں بناوٹ اور بے ترتیبی نظر نہیں آتی۔ کائنات کی ہر تخلیق، عظیم لوگوں کا ہر کارنامہ، اولیا کا ہر عمل و کردار، تاریخ کے ہر واقعہ کی بنیاد "صدق" ہے۔ گلاب کے پھول کی مہک، چاند کی چاندنی، ہوا کا جھونکا، سمندر کی ہر موج اور پرندوں کے نغمے ہمیں سچ کا درس دے رہے ہیں۔ سچائی دین اسلام کی بنیاد اور سیرت رسول ﷺ کا سنہرا پہلو ہے۔ صدق صفت رحمٰن ہے اور جھوٹ شیطان کی چال و ہتھیار اور سچ مومن کی ڈھال ہے۔ سچ حسن زندگی ہے اور ایسی قوت حیات ہے جس کے ذریعے راست گو انسان کٹھن سے کٹھن حالات اور مشکلات سے بھی آسانی سے گزر جاتا ہے۔ سچے انسان کے ہر عمل، ہر لفظ، ہر فعل، ہر ارادہ میں سچائی پنہاں ہوتی ہے۔ اس کا دل صدق کی روشنی سے منور رہتا ہے۔ وہ نامساعد خیالات میں بھی مایوسی کا شکار نہیں ہوتا۔ وہ ہمیشہ پرسکون و مطمئن رہ کر ہر قسم کے چیلنج کا مقابلہ کرتا ہے۔ ایک سچے انسان کی اللہ تعالیٰ ہمیشہ مدد کرتا ہے اور کسی بھی مقام پر اسے رسوا نہیں ہونے دیتا۔ تاریخ اسلام ایسے روشن ابواب و واقعات سے بھری ہے جن کے مطالعہ سے ہمیں جینے کا نیا حوصلہ اور ولولہ و عزم نصیب ہوتا ہے۔

حضرت کعبؓ کا مشہور واقعہ تاریخ اسلام کا روشن ترین باب ہے جس میں ہمارے لئے صدق قول کا بے مثال سبق ہے۔ جب حضرت کعبؓ بوجہ کاہلی جہاد میں شرکت سے محروم رہے اور غزوہ تبوک سے واپسی پر جب رسول کریم ﷺ نے حضرت کعبؓ سے جہاد میں عدم شرکت کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے کوئی بہانہ تراشنے یا من گھڑت کہانی بیان کرنے کی بجائے صاف صاف سچی بات کہہ دی۔ جبکہ دوسرے لوگوں نے طرح طرح کے جھوٹ بول کر اپنی صفائی پیش کرنے کی

کوشش کی۔رسول کریمﷺ حضرت کعبؓ کی صاف گوئی پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا! یہ وہ شخص ہے جس نے سچی بات کہی۔اور حضرت کعبؓ کو ان کی سچائی پر یہ عظیم انعام ملا کہ رب کائنات نے ان کو پچاس دن کی سخت ذہنی قلبی اور سماجی سزا کے بعد معاف کر دیا اور ہمیشہ کیلئے ان کا ذکر سورۃ توبہ میں رقم کر دیا۔یہ وہ بے مثال تحفہ تھا جو ان کو راست گوئی پر ملا۔حضرت کعبؓ کے قلبی سکون وطمانیت اور روحانی خوشی کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔سچ کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ''اور سچ میں جھوٹ نہ ملاؤ اور سچ کو دیدہ دانستہ نہ چھپاؤ''۔

رسول اکرمﷺ ایک مسلمان کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''مومن بخیل ہوسکتا ہے بزدل ہوسکتا ہے لیکن جھوٹا نہیں ہوسکتا''۔

حضرت علیؓ سچ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔''سچائی میں اگر چہ خوف ہے مگر باعثِ نجات ہے اور جھوٹ میں اگر چہ لذت ہے مگر باعثِ ہلاکت ہے''۔

''سچائی سے سچا آدمی اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جسے جھوٹا آدمی مکر وحیلہ سے نہیں پا سکتا''۔

جھوٹ ایک اخلاقی برائی ہی نہیں ایک نفسیاتی مرض بھی ہے۔جھوٹ بولنے والا کذب بیانی سے ایک وقتی لذت محسوس کرتا ہے۔اس طرح بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کر کے دوسروں کو مرعوب کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن حقیقت میں کاذب آدمی ایک پست حوصلہ مایوس انسان ہوتا ہے جو حقائق کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔وہ ہمیشہ شکوک وشبہات میں مبتلا رہتا ہے کسی ممکنہ سزا نقصان سے بچنے یا کسی جرم کو چھپانے کیلئے جھوٹ کا سہارا لیتا ہے نہ صرف اس کی شخصیت مجروح ہوجاتی ہے بلکہ وہ خاندان اور معاشرے کیلئے بھی فساد کا باعث بنتا ہے۔آج جھوٹ ہماری زندگی کا ایک اصول بن گیا ہے۔محفلوں کاروبار، لین، دین، سیاست، تجارت خطابت اور دیگر معاشرتی معاملات میں ہم فخریہ جھوٹ بولتے ہیں اور کسی شرمندگی یا پشیمانی کا احساس نہیں ہوتا۔عارضی اور معمولی سے فائدہ کیلئے ہم بڑے سے بڑا جھوٹ بولنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے اور محفلوں میں اس کارنامے کو فخریہ بیان کرتے ہیں اور یہ حقیقت فراموش کر دیتے ہیں کہ

ہماری زبان سے ادا کیا ہوا ایک ایک جملہ ہماری اس دستاویز میں (Personal File) میں درج ہو رہا ہے جو کہ ایک دن رب کائنات کے سامنے پیش کی جائے گی۔

جھوٹ میں ایک عارضی لذت اور فائدہ ملتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ:

''ایک روز زندگی میں تلخیوں، پشیمانیوں اور ناکامیوں کا سامنا کرنا ہی پڑتا ہے''۔

''معاشرے اور خاندان میں ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں ملتا''۔

''جھوٹ بولنے والا اپنا وقار کھو دیتا ہے اور کوئی اُس کا اعتبار نہیں کرتا''۔

''اولاد بھی عزت کرنا چھوڑ دیتی ہے''۔

ایک ماہر نفسیات "Brad Bluston" نے اپنی کتاب "Redical Honeys" میں لکھا ہے۔

''جھوٹ ایک نفسیاتی اور اخلاقی بیماری ہے جو لوگ جھوٹ بولنے کے عادی ہوتے ہیں وہ اکثر اعصابی کمزوریوں، نفسیاتی الجھنوں اور السر جیسی بیماری کا شکار رہتے ہیں۔ حقائق کو پوشیدہ رکھنا، جھوٹ بول کر مالی، مادی اور سماجی فوائد حاصل کرنا اخلاقی جرم ہے اور یہ منفی سوچ اور جھوٹ بولنے کی عادت صحت انسانی پر نہایت مضر اثرات مرتب کرتی ہے''۔

زندگی کے تمام معاملات میں ''سچائی'' ہمارا منشور ہونا چاہیے اس میں حقیقی خوشی اور کامیابی ہے۔

مصر کے ایک سکالر ''حسن البناء الشہید'' لکھتے ہیں۔ ''ہمیں چاہیے کہ سچ کا دامن کبھی اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑیں حالات چاہے کیسے ہی ہوں، جھوٹ زبان پر نہ لائیں۔

ماہرینِ نفسیات جب کسی مریض کا علاج کرتے ہیں تو انہیں یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ جو کچھ دل میں پنہاں ہے صاف صاف کہہ دیں۔ نہ کوئی بات چھپانے کی کوشش کریں اور نہ ہی اس میں جھوٹ شامل کریں اور جب مریض یا کوئی مجرم صاف صاف بیان کر دیتا ہے تو اس کا ضمیر مطمئن اور دل شادمان ہو جاتا ہے۔ اگر وہ جھوٹ بول کر حقائق کو چھپانے کی کوشش کرے تو نہ صرف وہ مضطرب رہتا ہے بلکہ مرض بھی بڑھ جاتا ہے۔

ایک تحقیق کے مطابق ہرلفظ کی اپنی ایک مخصوص مہک اور معنی میں تاثیر ہوتی ہے۔ ہر جملہ اور لفظ اردگرد کے ماحول اور سامع پر اثر انداز ہوتا ہے۔ جب کسی مقرر یا مخاطب کی زبان سے کوئی سچی بات اور خوبصورت جملہ ادا ہوتا ہے تو سامعین کی سوچ دل و دماغ اور اس کی شخصیت پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔

راست گو انسان ہمیشہ بے باک اور مضبوط شخصیت کا حامل ہوتا ہے اس کی شخصیت میں خاص قسم کی کشش اور مقناطیسیت پائی جاتی ہے۔لوگ اس کی قربت اور دوستی کی تمنا کرتے ہیں۔ معاشرے میں مقبول ہوتا ہے اور عزت ووقار پاتا ہے۔اس کے برعکس بار بار کذب بیانی کرنے والا غیر مقبول اور بدنام ہوتا ہے۔اس کی شخصیت پھیکی اور مجروح ہوتی ہے لوگ جلد ہی اس کے جھوٹ کو پہچان کر اس سے متنفر ہو جاتے ہیں۔جھوٹ ایسا تعفن ہے جو پورے ماحول، معاشرے اور محفل کو مکدر کر دیتا ہے اور یہ حقیقت ہے جس کا اظہار اس حدیث رسول کریم ﷺ میں کیا گیا ہے۔ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس سے جو بدبو پھیلتی ہے اس (تعفن) کی وجہ سے فرشتے ایک کوس دور چلے جاتے ہیں۔سچائی زندگی کا خوبصورت اور روشن ترین باب ہے۔اپنی ذات، اپنی زندگی، اپنے خاندان اور دوستوں سے ایماندار اور سچے بن کر رہیں مصنوعی طریقوں اور نقالی سے زندگی کو مسخ نہ کریں۔

بناوٹ اور دکھاوا بھی جھوٹ کی ایک قسم ہے۔جھوٹی شان وشوکت سے انا کو عارضی تسکین تو مل جاتی ہے لیکن حقیقت فاش ہونے کے بعد ذلت و پریشانی کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ فطرت کا ہر منظر اور ہر تخلیق ہمیں صداقت کا درس دیتی ہے۔زندگی ایک سچائی ہے اور سچ زندگی کا حسن ہے۔ سچی خوشی کیلئے سچی زندگی بسر کریں۔کردار و گفتار میں سچے بن کر جئیں۔سچ اطمینان ہے۔

''اپنے بچوں کے ساتھ ہمیشہ سچ بولیں''۔

''دوستوں سے ہمیشہ سچ کہیں''۔

''گاہک سے ہمیشہ صاف گوئی سے کام لیں''۔

"اگر کوئی غلطی سرزد ہوجائے تو اپنے مالک سے (Boss) صاف صاف بات کہہ دیں"۔

"شریک کاروبار سے فریب نہ کریں اور اس کے ساتھ نیت میں سچے رہیں"۔

"شریک حیات کو کبھی دھوکہ نہ دیں آپس میں ہمیشہ صاف دل اور صاف گو رہیں"۔

دین اسلام ایک سچا دین ہے یہ صرف قول کی سچائی ہی نہیں بلکہ عمل کی سچائی کی بھی تلقین کرتا ہے ۔سچا دل اور سچا کردار پرسکون زندگی کا راز ہے۔

امام غزالیؒ نے چھ سچائیاں بیان کی ہیں۔

"بات میں سچائی"　"عمل میں سچائی"　"نیت میں سچائی"

"عزم میں سچائی"　"عزم کی تکمیل کی سچائی"　"دین داری میں سچائی"

آپ ان سچائیوں کی روشنی میں اپنی شخصیت و کردار اور اپنی ذات کو پرکھیں کہ آپ اپنی زندگی میں کتنے سچے انسان ہیں۔

صداقت سیرت نبیﷺ کا روشن باب ہے

"سب جانتے ہیں ابوجہل رسول اکرمﷺ کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ایک مرتبہ اس کے کسی دوست نے اس سے پوچھا۔ اے دوست! اس وقت یہاں میرے اور تمہارے سوا اور کوئی نہیں جو ہماری باتیں سن سکے مجھے یہ بتاؤ! محمدﷺ سچے ہیں یا جھوٹے؟

ابوجہل نے کہا! خدا کی قسم محمدﷺ سچے ہیں انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا"۔

"ہرقل بادشاہ نے ابوسفیان (جو رسول کریمﷺ کے سخت ترین مخالفوں میں سے تھے) سے دریافت کیا! کیا تم نے کبھی محمدﷺ کو دعویٰ رسالت سے پہلے جھوٹ بولتے سنا!

ابوسفیان نے (سخت دشمنی کے باوجود) کہا! کبھی نہیں۔

اظہارِ حق کا انعام

حجاج کوفہ کا گورنر تھا جو نہایت سخت گیر اور ظالم شخص تھا۔ایک دن دو آدمی

اس الزام میں گرفتار کر لیے گئے کہ وہ دونوں حجاج کو برا بھلا کہہ رہے تھے اس نے دونوں کو جیل بھیج دیا اور دوسرے دن اس نے دونوں کو سزا دینے کیلئے دربار میں طلب کیا۔ جب دونوں حاضر کئے گئے تو ان دونوں میں سے ایک نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا۔

میرا آپ پر ایک حق ہے یا امیر المومنین! حجاج نے پوچھا وہ کیا ہے؟

وہ آدمی بولا! ایک مجلس میں آپ کی برائیاں ہو رہی تھیں مگر میں نے آپ کی مدافعت کی تھی۔ حجاج نے کہا۔ پھر تم اپنا یہ دعویٰ ثابت کرو۔ وہ آدمی بولا! اس مجلس میں میرا یہ رفیق زنداں بھی حاضر تھا اس سے پوچھ لیں۔ حجاج نے اس کے ساتھی سے پوچھا! کیا تمہارا ساتھی سچ کہہ رہا ہے؟ وہ بولا! جی ہاں یہ سچ بول رہا ہے۔

حجاج نے سوال کیا! کیا تم نے بھی اپنے ساتھی کی طرح میری مدافعت کی تھی۔ آدمی بولا! جی نہیں۔ حجاج نے دریافت کیا۔ کیوں؟ وہ آدمی بولا! اس لیے کہ میں آپ سے کراہت کرتا ہوں۔ یہ سن کر حجاج نے کہا! میں ان دونوں آدمیوں کی خطا کو معاف کرتا ہوں۔ پھر چند لمحات کے بعد بولا! پہلے کی اس لیے کہ اس کا واقعی میرے اوپر ایک حق ہے اور دوسرے کی اس لیے کہ اس نے بے خوف اور بے جھجک اپنے دل کی سچی بات کہہ دی۔

سچا آدمی ہمیشہ نڈر ہوتا ہے

ایک دن حضرت امام حسینؓ اپنے گھر میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا جو ضرورت مند تھا اس لیے صدقہ کے طور پر آپ سے کچھ طلب کیا۔ لیکن اس روز آپ کے پاس کچھ نہیں تھا۔ بالکل خالی ہاتھ تھے۔ صاف انکار کرتے ہوئے آپ کو حجاب آیا۔ آپ نے اس سوالی سے کہا۔ کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتاؤں جس میں ثواب بھی ہے اور مالی فائدہ بھی۔ وہ آدمی بولا۔ فرمائیے۔ آپ نے اس کو سمجھاتے ہوئے ارشاد کیا۔ خلیفۂ وقت کے پاس جاؤ اس کی بیٹی کا انتقال ہو گیا ہے اس کی خدمت میں اچھی سی تعزیت پیش کرو۔ اس آدمی نے پوچھا بتایئے جا کر کیا

کہوں؟ آپ نے کہا خلیفہ سے کہنا کہ اللہ تعالیٰ ہی سب تعریف کیلئے ہے جس نے اپنی بندی کو اپنے پاس بلا لیا اور آپ کو اس کی قبر پر آنے اور فاتحہ پڑھنے کا موقع دیا اور اسے یہ غم نہ دیا کہ وہ زندہ رہتی اور آپ کی قبر پر آکر بیٹھتی اور غم اٹھاتی۔ وہ آدمی سیدھا خلیفہ کے پاس گیا اور تعزیت میں یہی الفاظ کہے۔ یہ الفاظ سن کر خلیفہ کا غم کم ہو گیا اور اس نے اس کو انعام سے نوازا پھر کہا!

سچ سچ بتاؤ کیا یہ الفاظ تمہارے ہی ہیں۔ وہ بولا نہیں یہ نواسۂ رسولؐ کے الفاظ ہیں۔ خلیفہ نے کہا سچ ہے وہ فصاحت کا معدن ہے۔ پھر خلیفہ نے اس آدمی کو سچی بات کہنے پر اور انعام و اکرام سے نوازا۔

فرموداتِ قبلہ محمد صدیق ڈارؒ

توکل علی اللہ

یہ بات ہر بھائی کو یاد رکھنی چاہیے کہ ذکر کا حسبِ دلخواہ فائدہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب آپ دنیا کے تمام تفکرات و آلام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے بے فکر ہو جائیں کہ جو کچھ اس کو کرنا ہے وہی ہوگا۔ وہ جو کچھ کرتا ہے اچھا ہی ہوتا ہے اور اسی میں ہمارا فائدہ ہے۔ ہماری گذشتہ زندگی میں بھی وہی ہوا جو اللہ نے چاہا اور آئندہ بھی جو وہ چاہے گا وہی ہوگا ہم تقدیر کو عمل سے مانتے ہوئے اپنی پوری کوشش کرتے رہیں گے لیکن نتائج کیلئے پریشان ہرگز نہیں ہونگے۔ اللہ تعالیٰ نے جو انگنت نعمتیں ہمیں دے رکھی ہیں اِنکے لئے ہمیشہ اِس کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے اور کبھی بھی اپنے خالق و مالک کا گلہ اور زمانے کا شکوہ نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی کبھی تقدیر کا رونا رونا چاہیے۔ ہر وقت خوش رہا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ نیک گمان رکھو اور اس کی تائید و نصرت کا یقین رکھو اور اسکی ذات پر توکل رکھو کہ توکل پر ہی اعلیٰ روحانی درجات کا انحصار ہے۔

(اقتباس از مقصودِ حیات)

صحبت کے آداب

(حجۃ الاسلام امام غزالیؒ)

جاننا چاہئے کہ جب بھی تمہارا کسی کے ساتھ واسطہ پڑے تو تم پر اس کی صحبت کا حق ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے دو دوست دو ہاتھوں کی طرح ہیں کہ ایک دوسرے کو دھوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ ایک جنگل میں تھے۔ آپ ﷺ نے درخت سے دو مسواک توڑے ایک سیدھی تھی اور دوسری ٹیڑھی تھی۔ ایک صحابیؓ کو سیدھا عطا فرمائی اور ٹیڑھی خود رکھ لی۔ ان صحابیؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ آپ کا سیدھی اپنے ہاتھ رکھنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ وہ بہتر ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی شخص کسی کے ساتھ گھڑی بھر بھی رہے تو اس سے حق صحبت کے بارے میں سوال ہوگا کہ آیا اس نے اس کے ساتھ رہنے کے حق کو اچھی طرح بہ حسن وخوبی ادا کیا ہے یا اس کو ضائع کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی دو آدمی ایک دوسرے کے ساتھ نہیں ہوتے مگر ان دونوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ حق رفاقت اور دوستی ادا کرتا ہے۔ اس لئے دوستی اور صحبت کے آداب سیکھنا چاہئیں۔ پہلا ادب یہ ہے کہ اپنا مال اپنے بھائیوں اور دوستوں پر خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرنا چاہئے۔ اگر زیادہ مال خرچ کرنے میں پس و پیش ہو تو کم از کم اس قدر خرچ کرنے میں دریغ نہیں کرنا چاہئے کہ جس سے ان کی حاجت اور ضرورت پوری ہو۔ اگر کسی دوست کی مدد کرنے کی ضرورت ہو تو اس کی معاونت اور مدد محض بلند ہمتی خالصتاً اللہ کیلئے مدد کرے اور کسی طرح کا احسان نہ جتائے۔ دوست کے راز کو کسی سے نہ کہے بلکہ اسے چھپائے اور اس کے عیبوں کو بھی چھپانا چاہئے۔

بہ پیر میکدہ گفتم کہ چیست راہ نجات بخواست جام مئے وگفت وعیب پوشیدان

جو کچھ اس کے بارے میں لوگوں سے برائی سنو تو اس کو مت کہو کیونکہ وہ رنجیدہ ہوگا

لیکن جو کچھ اس کے بارے میں تعریف اور بھلائی سنو اس سے کہہ دو تا کہ وہ خوش ہو جائے جب وہ بولے تو توجہ سے سنو اور اس کی بات میں عیب نہ نکالو اور نہ اعتراض کرو جب اس کو پکارو تو اچھے نام سے پکارو۔ اس نام سے پکارو جس کو وہ پسند کرتا ہے۔ اس میں کوئی بھی خوبیاں اور محاسن ہوں ان کی تعریف اور ستائش کرو اور اس کے احسان کا شکریہ اس کے منہ پر ادا کرو اس کے ساتھ جدل و پیکار اور لڑائی سے دامن بچاؤ۔ اس کی دشمنی اور عداوت دوسروں سے نہ چاہو۔ اس کی عدم موجودگی میں اگر کوئی اس کی غیبت کرے تو اسے روکو جیسا کہ تم اپنے سے لڑائی جھگڑے اور غیبت کو دور کرتے ہو۔ جب اس کو نصیحت کرنے کی ضرورت ہو تو اشارہ اور کنایہ کے انداز میں مہربانی سے کرو، اگر اس سے کوئی خطا اور کوتاہی ہو جائے تو کوئی خیال نہ کرو بلکہ درگزر کرو۔ عتاب مت کرو بلکہ ہمیشہ عفو اور درگزر کرو۔ نماز میں اس کی زندگی کیلئے دعائے خیر کرو اور اس کے انتقال کے بعد اس کے اہل و عیال کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ جہاں تک ہو سکے اپنا بوجھ اس پر مت ڈالو بلکہ جہاں تک ہو سکے اپنا بوجھ آپ اٹھاؤ۔ اس کی خوشی سے خوش رہو اور خوشی کا اظہار بھی کرو۔ اس کی غمی سے تم بھی غمگین ہو۔ جب تم تنہا اس کے پاس پہنچو تو سلام سے پہلے بات چیت کی ابتداء کرو اور اسے ہر بات میں مقدم رکھو۔ مجلس میں اس کو مناسب اور اچھی جگہ دو۔ جب وہ اٹھے تو تم بھی کھڑے ہو جاؤ اور چھوڑنے کیلئے اس کے ساتھ چلو۔ اس کی باتوں میں دخل مت دو زندگی بھر اس کے ساتھ ایسا سلوک کرو جیسا تم چاہتے ہو کہ دوسرے لوگ تمہارے ساتھ کریں جو کوئی اپنے بھائی اور دوست کیلئے وہ بات نہیں پسند کرتا جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ وہ دوستی نہیں نفاق ہے اور دنیا اور آخرت میں اس کیلئے وبال ہے۔ یہ دوستوں اور بھائیوں کے ساتھ زندگی گزارنے اور ربط و تعلق رکھنے کے آداب ہیں لیکن دوست نما جان پہچان والے لوگ جو دوست نہیں ہوتے ان سے محتاط رہنا چاہئے کیونکہ تم کو اکثر شر اور فساد انہی سے پہنچتا ہے کیونکہ جو تمہارا دوست ہوتا ہے وہ تمہاری بھلائی چاہتا ہے اور جو کوئی تم کو نہیں جانتا وہ تم سے کوئی بھلائی کا معاملہ نہیں رکھتا۔ بہر حال اس سے یہ رنج پہنچتا ہے کہ وہ زبان سے دوستی ظاہر کرتا ہے اور دل سے مخالف ہوتا ہے۔

جب ایسے لوگوں سے خواہ محلّہ میں یا مسجد یا مدرسہ میں یا کسی بازار میں تمہیں واسطہ پڑے تو ان کے ساتھ زندگی گزارنے کا احسن طریقہ یہ ہے کہ تم ان میں سے کسی کو حقارت سے مت دیکھو کیونکہ ممکن ہے کہ اس کو خدا تعالیٰ کا قرب اور نزدیکی حاصل ہو اور وہ اللہ کے نزدیک تجھ سے بہتر ہو۔ ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کو تین چیزوں میں چھپا رکھا ہے۔ایک اپنے غصہ اور غضب کو معاصی اور گناہوں میں چھپا رکھا ہے۔اس لئے کسی چھوٹے سے چھوٹے گناہ کو چھوٹا نہ سمجھو،ہوسکتا ہے کہ اللہ کا غضب اس میں پوشیدہ ہو۔دوسرے اپنی رضا اور خوشنودی کو طاعتوں اور نیکیوں میں چھپا رکھا ہے۔اس لئے کسی نیکی کو چھوٹی مت سمجھو ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اس میں پوشیدہ ہو۔تیسرے اللہ تعالیٰ نے اپنی ولایت سے سرفراز دوست یعنی ولی کو اپنے بندوں میں پوشیدہ رکھا ہے اس لئے اس کے کسی بندے کو حقیر مت سمجھو۔ممکن ہے کہ وہ اس کے ولیوں میں سے ہو اور تم اس سے واقف نہ ہو یہ تین قاعدے اور ضابطے بزرگی کی تین بنیادیں ہیں ان کو ہمیشہ اپنے دل کے پیش نہاد رکھو کسی کو دنیا کے ظاہری طمطراق اور مال و دولت کی وجہ سے بڑا مت سمجھو کیونکہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنی حقیر اور ذلیل ہے کہ جو کوئی دنیا کو بڑا سمجھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل اور حقیر ہوتا ہے۔اپنے دین کو مخلوق کی دنیا کی خاطر فروخت کردیتا ہے باوجود اس کے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور غصہ ہوتا ہے اور لوگوں کی نظروں میں بھی ذلیل و خوار ہو جاتا ہے بلکہ اس طمع اور لالچ سے بھی محروم رہتا ہے جو اس نے کی تھی کیونکہ جو کوئی مخلوق کو اس پر ناراض اور غضب ناک کردیتا ہے اور جو کوئی رضائے حق کیلئے مخلوق کی ناراضگی اور ان کے غصہ کی پرواہ نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس سے راضی اور خوش ہوتا ہے اور مخلوق کو بھی اس سے راضی کردیتا ہے اگر کوئی شخص تم سے دشمنی کرے تو تم اس کے ساتھ دشمنی اور جھگڑا کرنے میں مشغول مت ہو جاؤ کیونکہ عمر عزیز بدلہ لینے کے خیال میں برباد ہو جاتی ہے اور رنج دشمنی کھول دیتا ہے اور اسی اثناء میں دین بھی اس عداوت میں ہاتھ سے جاتا رہے گا اور برباد ہو جائے گا۔

لوگوں کی ظاہری اور دکھاوے کی دوستی پر دھوکا مت کھاؤ اور وہ کچھ تمہاری زبانی مدح

وتعریف کرتے ہیں۔وہ سب بے اصل ہیں۔اگر تم اس ظاہری محبت و دوستی اور زبانی تعریف کی حقیقت معلوم کرو گے تو تمہیں پتہ چلے گا کہ اس میں عشرعشیر بھی صداقت نہیں ہے۔نیز یہ بھی امید مت رکھو کہ وہ تمہاری غیر موجودگی میں ویسے ہی رہتے ہیں جیسا کہ وہ تمہارے سامنے ہوتے ہیں اس بات پر بھی تمہیں کوئی حیرت نہ ہونی چاہئے کہ وہ تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے خلاف زبان درازی کرتے ہیں کیونکہ اگر تم بنظر انصاف دیکھو تو خود اپنے آپ کو دوسروں کے حق میں ایسا ہی پاؤ گے۔بلکہ تمہاری بات چیت اور گفتگو دوستوں اور عزیزوں بلکہ ماں باپ کے سامنے ایسی نہ ہوگی جیسی ان کے غیاب اور غیر موجودگی میں ہوتی ہے پس مخلوق کے مال و دولت،عزت و جاہ اور مدد و اعانت سے کوئی امید اور طمع مت رکھو کیونکہ اس امید اور طمع کا ثمرہ سوائے حزن و ملال اور رنج و غم کے کچھ نہ ہوگا۔لالچی ذلیل و خوار ہوتا ہے جو کوئی مخلوق سے لالچ بالکل نہیں رکھے گا وہ ان کے عزیز اور مقبول ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی عزیز اور محبوب ہوگا۔

جو کوئی تمہاری ضرورت پوری کرے اس کا شکریہ ادا کرو اور اگر اس میں کوئی کوتاہی کرے تو شکایت مت کرو۔اس کے عذر کو اپنے عذر کی مانند سمجھو۔مرد مومن کی طرح رہو جو ہمیشہ درگزر سے کام لیتا ہے اور منافق کی طرح مت بنو کہ وہ عیب ڈھونڈنے والا ہوتا ہے۔کسی کو نصیحت مت کرو جب تک تم اس میں قبول کرنے کا اثر اور عزم نہ دیکھ لو اور اگر ایسا نہ ہو تو نصیحتیں کارگر نہیں ہونگی اور وہ دشمن ہو جائے گا۔جب وہ غلطی کرے اور تمہیں معلوم ہو جائے تو ایسی صورت میں اس کو اصلاح کی بات مت کرو کہ وہ فائدہ نہیں دے گی بلکہ تمہارا دشمن ہو جائے گا۔اگر کسی سے کوئی تکلیف پہنچے تو اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرو اور بدلہ لینے کے خیال میں نہ ہو۔یہ مت کہو کہ تم نے میرا حق کیوں نہ پہچانا اور مجھے بڑا نہ جانا کیونکہ میں فلاں ابن فلاں ہوں اور حسب و نسب اور فضیلت میں میں ایسا ہوں،ویسا ہوں کیونکہ اپنی تعریف خود کرنا حماقت ہے اور بیوقوفی کی نشانی ہے جو کوئی بیوقوف اور احمق ہوتا ہے اپنے سامنے اپنی تعریف کرتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اور لوگوں پر اپنا حق ضروری سمجھتا ہے۔

یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر کسی ظالم شخص کو اس وقت مسلط کرتا ہے جب وہ کوئی ایسے گناہ کے مرتکب ہوئے ہوں جس کی وجہ سے وہ مستوجب سزا ہوتے ہیں تا کہ وہ سزا کا رنج اس گناہ کا کفارہ ہو جائے۔ جب تک تم لوگوں کے درمیان رہو، وہ کچھ سچی اور اچھی باتیں کہیں سنو اور جب کچھ جھوٹی باتیں کہیں ان سے خود کو بہرا بنا دو۔ ان میں ہر اچھائی جو تم دیکھو اس کا زبان سے خوب اظہار کرو اور جو کچھ برائی دیکھو اس کے اظہار سے اپنے آپ کو گونگا کر لو جو کوئی ایسا نہیں کرتا وہ لوگوں کے درمیان امن وسلامتی سے دور رہتا ہے امن وسلامتی صرف وہی شخص پاتا ہے جو انصاف کرتا ہے خود دوسروں سے انصاف کا طالب نہیں رہتا۔ ایک مرشد سے مرید نے پوچھا، مجھے اپنے ان مریدوں میں سے کسی کی نشانی بتلایئے جو صحبت دوستی کے لائق اور مناسب ہے۔ شیخ نے جواب دیا کہ اگر تم اس بات کے طالب ہو کہ وہ دوست تمہارا بار اٹھائے تب تو اس کا حاصل ہونا سخت دشوار ہے ہاں! اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تم اس مطلوبہ دوست کو سہارا دینے والے بنو تب تو سب کے سب دوستی کے لائق اور مناسب ہیں۔

فرامین خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ

غیبت گناہ کبیرہ ہے۔ عورتوں میں یہ عادت بہت ہوتی ہے۔ سلسلہ کی عورتوں کو چاہیے کہ کبھی کسی بہن کی برائی نہ کریں۔ قرآن کریم میں ہے: "وَلَا تَجَسَّسُوْ وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا" (الحجرات) " کہ دوسروں کے عیب نہ ڈھونڈو اور اگر کسی کا عیب معلوم ہو جائے تو بیان نہ کرتے پھرو"۔ اس لئے اول تو کسی کے عیب معلوم کرنے کی کوشش ہی نہ کرو اور اگر اتفاقاً معلوم ہو جائے تو اس کو چھپاؤ، لوگوں سے بیان نہ کرتے پھرو کیونکہ اس سے برائی پھیلتی ہے، کم نہیں ہوتی۔

اقتباس از طریقت توحیدیہ

مستقل مزاجی اور مداومت

(محمد یوسف اصلاحی)

کسی عمل کو مداومت کے ساتھ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ آدمی مستقل مزاجی کے ساتھ اس کام کو برابر کرتا رہے اور کبھی ترک نہ کرے۔دنیا کے کاموں میں بھی آدمی کو مستقل مزاج ہونا چاہیے۔مستقل مزاجی کے بغیر دنیا کے کام بھی حسن انجام تک نہیں پہنچتے۔لیکن دینی کاموں میں تو یہ انتہائی ناگزیر ہے۔اس لئے کہ کوئی دینی کام کرتے کرتے آدمی یک قلم اس کو چھوڑ بیٹھے، یا تسلسل اور پابندی نہ کرے یا اس کے کرنے میں پہلا سا جوش وخروش باقی نہ رہے تو یہ انتہائی فکرو تشویش کی بات ہے، یہ کوئی معمولی کوتاہی نہیں ہے جس پر ہم صرف افسوس کر کے مطمئن اور خاموش ہو جائیں بلکہ یہ ایک بڑا روحانی حادثہ ہے ایسا حادثہ جس نے آدمی کا رخ بدل دیا ہے اور ایسی روحانی بیماری ہے جس نے انسان کے دینی ذوق ومزاج کو بدل ڈالا ہے۔

غور کیجئے ایک آدمی خدا کی عبادت یا نیکی کا کوئی کام کیوں کرتا ہے؟اس سوال کا صرف ایک ہی جواب صحیح ہے کہ اس کا اللہ سے تعلق ہے اگر اللہ سے تعلق کے بغیر وہ اللہ کی عبادت یا نیکی کا کوئی کام کر رہا ہے تو وہ سرے سے عبادت یا نیکی ہے ہی نہیں، کسی بھی انسان کی عبادت یا نیکی اس وقت عبادت یا نیکی ہے جب اس کی بنیاد اللہ سے تعلق ہو، جب کوئی بندہ کسی نیک کام کو کرتے کرتے چھوڑ بیٹھتا ہے یا عبادت کرتے کرتے ترک کر دیتا ہے تو یہ ترکِ عمل اور اضمحلال پتہ دیتا ہے کہ بندے کا اللہ سے تعلق ٹوٹ گیا ہے یا کم از کم کمزور پڑ گیا ہے اور اللہ سے تعلق کا ٹوٹنا یا کمزور ہونا ایک معمولی کوتاہی نہیں بلکہ روحانی زندگی کا سب سے بڑا ہلاکت خیز حادثہ ہے۔اس تعلق کے ٹوٹنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص کی روحانی موت ہوگئی ہے،اور اس پر کم از کم ایسا ہی غم اور ماتم ہونا چاہیے جیسا غم اور ماتم ایک شخص کی جسمانی موت پر ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

اس لئے اللہ کے رسول ﷺ نے بڑی حکیمانہ بات فرمائی ہے کہ عمل کی کثرت مطلوب

نہیں ہے بلکہ عمل پر مداومت مطلوب ہے، دین میں وہی عمل مطلوب ہے جو انسان مستقل مزاجی سے برابر کرتا رہے اور کبھی اس کو چھوڑے نہیں، اس لئے جب حضرت عائشہؓ نے آپ کے سامنے اس خاتون کا ذکر کیا جو کثرت سے نماز پڑھتی تھی اور اس کی کثرتِ نماز کی بڑی شہرت اور تعریف ہو رہی تھی تو آپ نے کوئی کلمہ تحسین نہیں کہا، نہ اس کی اس کثرتِ عمل کی تائید فرمائی، بلکہ فرمایا! "عائشہؓ رہنے بھی دو، اللہ نے تم پر صرف اتنی ہی ذمہ داری ڈالی ہے جو تم کر سکو، انسان اسی عمل کو مستقل مزاجی کے ساتھ برابر کرتا رہے گا جو اس کی قوت برداشت سے زیادہ نہ ہو، جس میں اعتدال ہو جس کو وہ اپنی تمام دوسری ذمہ داریوں کے ساتھ بہ سہولت ہمیشہ نباہ سکتا ہو، پھر فرمایا، اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتا انسان خود اکتا جاتا ہے۔ پوری دنیا مل کر ہمہ وقت ذکر و فکر کے شور سے پوری فضائے آسمانی کو بھر دے تو اللہ کی عظمت و کبریائی کے مقابلے میں اس کی کیا حیثیت ہے۔ اللہ کے اکتانے کا کیا سوال، اللہ کے بارے میں یہ تصور اس کی عظمت و کبریائی سے ناواقفیت ہے کہ وہ فضل و احسان فرماتے فرماتے اور اجر و صلہ دیتے دیتے اکتا جائے گا۔ وہ نہیں اکتاتا، انسان خود اکتا جاتا ہے اور اس عمل کے تسلسل کو وہ برقرار نہیں رکھ پاتا جو اس کی طاقت سے زیادہ ہو، یا جس کا محرک کوئی ہنگامی جوش و جذبہ ہو، ہاں انسان تسلسل کے ساتھ کسی ایسے عمل سے ضرور اکتا جاتا ہے جو اس کی سکت سے زیادہ ہو، جس میں اعتدال نہ ہو اور جس میں انسانی ذمہ داریوں کے ساتھ اس کی سہولت پیش نظر نہ ہو۔

پسندیدہ عمل وہی ہے، جس کو مستقل مزاجی کے ساتھ انسان برابر انجام دیتا رہے اور کبھی ترک نہ کرے حضرت عائشہؓ ہی کی ایک دوسری روایت یوں ہے۔ "اللہ کے نزدیک بہترین عمل وہ ہے جو استقلال کے ساتھ برابر کیا جاتا رہے۔ اگرچہ وہ تھوڑا ہو"۔ (بخاری و مسلم)

مستقل مزاجی سے نیک عمل کرتے رہنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کا اللہ سے تعلق قائم ہے اور اس میں کوئی اضمحلال اور کمزوری پیدا نہیں ہوئی ہے۔ وقتی جذبے اور ہنگامی جوش کی بنیاد پر جو عمل یا ہنگامہ کیا جاتا ہے اسے استقلال حاصل نہیں ہوتا، قدرتی طور پر ایسا عمل دیرپا نہیں ہوتا نہ

اس کے نتائج دوررس ہوتے ہیں۔ہنگامے کے بعدطویل خاموشی لازمی ہےاور یہ طویل خاموشی اس تعلق کوبھی صدمہ پہنچاتی ہے جس تعلق کی بنا پر وہ نیک عمل کیے جا رہا تھااور جوتعلق انسان کی سب سے زیادہ عزیز متاع ہے۔حضورعلیہﷺ نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کوہدایت دی کہ

"اے عبداللہ !فلاں آدمی کی طرح نہ ہوجانا وہ رات میں تہجد کے لئے اٹھا کرتا تھاپھر اس نے یہ عمل چھوڑ دیا"۔(بخاری،مسلم،مشکوۃ)

فرائض ادا کرتے کرتے اگر آدمی فرائض ترک کردے،توسمجھ لیجئے کہ اسکا تعلق اللہ سے ٹوٹ گیا ہے یابرائے نام رہ گیا ہےاورنوافل ادا کرتے کرتے اگر آدمی چھوڑ بیٹھےتو سمجھ لیجئے کہ اللہ سے اس کا تعلق نہایت کمزوراور مضمحل ہوگیا ہےاورکوئی مومن مخلص یہ کیسے گوارا کرسکتا ہے کہ اپنے پروردگار سے اس کا تعلق کمزوراور مضمحل ہو۔

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ کبھی کسی دکھ درد کی وجہ سے اگر نبیﷺ کی شب نماز رہ جاتی تھی تو آپ اس کی تلافی کیلئے دن میں بارہ رکعتیں پڑھ لیا کرتے تھے"(مسلم)

استقامت، استقلال،اورمداومت کی دین میں بڑی اہمیت ہےاسی لئے قرآن میں بھی اس کی زبردست تاکید ہے۔"ڈٹے رہیےاس دین پر جس کا آپ کوحکم دیا گیا ہےمگر وہ مستقل نمازی جواپنی نمازوں میں مداومت قائم رکھتے ہیں"(معارج 23-22)

یعنی التزام،تسلسل اور پابندی کے ساتھ ہمیشہ نماز پڑھنے والےان کمزوریوں سے پاک ہوتے ہیں،جوان لوگوں کےاندر پائی جاتی ہیں جوایمان ونماز سےمحروم ہوتے ہیں دوسری جگہ کہا گیا ہے۔"اورکامیاب ہوگئےوہ مومنین جواپنی نماز کی محافظت کرتے ہیں"(معارج 34)

محافظت میں بنیادی طور پر یہ بات شامل ہے کہ وہ التزام اور مستقل مزاجی کے ساتھ برابر نماز پڑھتے رہتے ہیں نہ کبھی ترک کرتے ہیں اورنہ ناغہ کرتے ہیں۔

انسان جب بھی اپنی سکت سے زیادہ اپنے اوپر بوجھ لادے گااوراعتدال وسہولت کونظر انداز کرے گاوہ اس عمل میں استقلال ومداومت برقرار نہ رکھ سکے گا۔

امن عالم اور عالمگیر محبت

(عتیق احمد عباسی)

امن کی اساس ایمان پر ہی قائم ہوسکتی ہے۔عالم امن کے قیام میں فیصلہ کن عوامل، نسل انسانی کا انفرادی سکون اور امن ہی ہے۔اس کے علاوہ کسی سکیم کی کامیابی محال ہے۔داخلی امن وسکون کا اہتمام کریں گے تبھی عالم ارضی پرسکون وراحت ہوگی۔

اسلام:

ایمان کا اصل تعلق انسان کی باطنی کیفیت سے ہے۔جس کا ثمر داخلی امن وسکون ہے۔اس داخلی امن کے خارجی ظہور کو اصطلاحاً اسلام کہا جاتا ہے۔جوکہ مظہر ہے خارجی امن وسلامتی کا دریں وجہ ایمان جس ہیئت اجتماعی کو جنم دیتا ہے۔اس کی بناء پر مسلم معاشرہ اور مسلم ریاست ظہور پذیر ہوتی ہے۔ بہرکیف ایمان اور اسلام ایک ہی تصویر کے دورخ ہیں۔ایک داخلی اور دوسرا خارجی امن کا مظہر ہے۔

اس عظیم حقیقت کو سرکار دو عالمﷺ اپنی اس دُعا میں جو نئے چاند کو دیکھ کر پڑھا کرتے تھے

"اے ہمارے ربّ اس ہلال کو ہم پر امن، ایمان اور سلامتی و اسلام کے ساتھ طلوع فرما۔ آپﷺ نے دوسرے موقع پر یوں فرمایا۔ "آپ نے اس شخص کے ایمان کی تین بار اللہ کی قسم کھا کر نفی فرمائی جس کی ایذاءرسانی سے اس کا ہمسایہ امن میں نہ ہو۔(رواہ البخاری) یہاں آپﷺ نے مسلمان کا نہیں کہا بلکہ ہمسایہ کا کہا ہے خواہ وہ کسی مذہب یا دین سے ہو۔یہی نہیں بلکہ حسن خلق کو ایمان اور اسلام کا بلند افضل ترین درجہ فرمایا۔"زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا"۔(رواہ ترمذی وابو داؤد)

معاشرتی امن و سکون :

افراد کے آپس میں میل جول، باہمی ربط وتعلق کے لئے دو قدریں مشترک ہیں۔ باہمی ربط وتعلق سے فرد سے خاندان، قبیلہ، معاشرہ اور پھر ریاست وجود میں آتی ہے۔امن عالم کے

لئے ان معاشروں اور ریاستوں کے باہمی پر امن ربط وتعلق کے سوا اور کیا غرض ہے۔لہذا ان معاشروں اور ریاستوں کے داخلی امن کو بھی امن عالم سے وہی نسبت ہے جو ایک فرد کے داخلی امن و سکون کو خارجی امن وسکون اور سلامت روی سے ہے یعنی اسلام سے ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسلام نے معاشرتی امن وسکون اور سیاسی عدل وانصاف پر غیر معمولی زور دیا ہے۔مسلمان کی جو تعریف نبی کریم ﷺ نے فرمائی اور اوصاف بیان کئے ہیں کہ جس معاشرہ کی تعمیر ان اساسات پر ہوگی وہاں کے مکین کیسے امن پسند اور سلامت رو ہوں گے۔اور امن وسلامتی کی کیسی فضا ہوگی۔

سیاسی امن و سکون اور عدل و انصاف:

قرآن حکیم میں اللہ تعالی نے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے اصول بیان فرمائے۔ اسلامی معاشرے اور مسلم ریاست کے بہت سے امور بیان ہوئے ہیں۔معاشرتی امن وسکون، سلامتی، آشتی اور صلح جوئی کی فضا قائم رکھنے کے لئے ہدایات فرمائی گئی ہیں۔چنانچہ افواہوں کی روک تھام، جھگڑوں کے فوری سد باب کی سخت تاکید کی گئی۔اسی طرح تمسخر اور استہزا، تفاخر، تجسس، سوءظن غیبت، بدگمانی اور بدگوئی سے اجتناب کا سختی سے حکم دیا گیا ہے۔

مذکورہ امور کے متعلق خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اپنی کتاب "تعمیر ملت" میں اخلاق حسنہ کے باب میں عام فہم الفاظ میں تحریر کیا ہے اور مختصراً "طریقت توحیدیہ" میں بھی ان امور کا اعادہ کیا گیا ہے۔اسلام معاشرتی اور سیاسی امن وامان کو بہت اہمیت دیتا ہے۔نفرت کینہ،بغض حسد کے تمام اسباب کا قطعی سد باب کرتا ہے۔

سیاسی اور اجتماعی زندگی کیلئے اللہ تعالی نے اپنے کلام میں اصول متعین کر دیئے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ترجمہ:"نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔ گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ہرگز تعاون نہ کرو"۔(سورۃ المائدہ آیت 2)

ترجمہ: "عدل وانصاف کے علمبردار اور اللہ کے گواہ بن کر کھڑے ہو جاؤ۔خواہ اس کی زد میں خود تم آجاؤ چاہے تمہارے والدین اور اقرباء"(سورۃ النساء آیت 135)

خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تعمیر ملت میں اسی آیت کی روشنی میں محبت اور صداقت کے متعلق یوں بیان کیا ہے کہ محبت اور صداقت کا مقابلہ آن پڑے تو "محبت کو صداقت پر قربان کردو"۔

سورۃ الحدید میں فرمان الٰہی ہے۔

ترجمہ :"ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ بھیجا۔ان کے ساتھ کتاب اور میزان (شریعت) نازل کی تا کہ قائم ہوں انسان انصاف پر اور ہم نے لوہا اتارا۔جس میں بڑی سختی (زور ہے یعنی جس میں شدید حرب وضرب کی صلاحیت ہے) اور لوگوں کے لئے بہت سے منافع بھی ہیں۔اس لئے کہ اللہ دیکھ لے کون ہے وہ جو غیب میں رہتے ہوئے اللہ اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔بے شک اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔ (آیت نمبر 25)

اسلامی ہیئت اجتماعی کے چار ستون برّ وتقوی اور عدل وقسط ہیں۔آلات حرب وضرب کا اصل مقصود اور اصل منشاء اسلام کے نزدیک اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ عامۃ النّاس پر عدل وانصاف قائم رہے

عالم گیر محبت

قارئین کرام! اسلامی ہیئت اجتماعیہ کی مثبت اور محکم اساس "اَلُحبّ فِی الله" پر ہے۔ کا طرہٗ امتیاز سلامتی ہے۔خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ اپنی نجی محافل میں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ نے انسان کو خلق کیا کہ کوئی مجھ سے پیار کرے اور میں اس سے پیار کروں۔محبت کا جوہر کم وبیش ہر انسان میں موجود ہے گویا یہ اللہ کی طرف سے ودیعت کی گئی ہے جیسا کہ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

لکھا تھا عرش کے پائے پر اک اکسیر کا نسخہ چھپاتے تھے فرشتے جس کو چشم روحِ آدم سے
ذرا سی پھر ربوبیت سے شان بے نیازی لی فلک سے عاجزی افتادگی تقدیر شبنم سے
پھر ان اجزاء کو گھولا چشمۂ حیوان کے پانی میں ترکیب نے محبت نام پایا عرش اعظم سے
مہوس نے یہ پانی ہستیٔ نوخیز پر چھڑکا گرہ کھولی ہنر نے اس کے گویا کارِ عالم سے

شبنم پانی کا ایک معمولی سا قطرہ ہے افتادگی نصیب ہوئی ،سورج کی حرارت سے بھاپ بنکر ہوا میں اُڑا بادل بنا، پھر مینہ بن کر برسا۔جس سے زمین سرسبز وشاداب ہوتی ہے غلہ پھل اور دیگر انواع واقسام کے ہمارے لئے لذائذ کا سبب بنا،اس طرح جب قلب انسانی میں اللہ کی محبت کے سوتے پھوٹتے ہیں اس ذات باری تعالٰی کی محبت کومقدم رکھتے ہوئے اس کے تحت اللہ کی مخلوق سے محبت کرتا ہے اورنفاق اور نفرت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے اور خلق خدا کیلئے باعث رحمت بنتا ہے خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کا ایک قول ہے کہ تم کیسے انسان ہو اللہ سے تو محبت کا دعویٰ کرتے ہو لیکن اُس کی مخلوق سے محبت نہیں کرتے۔

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے ذرا سے بیج سے پیدا ریاضِ طور ہوتا ہے

اس ضمن میں ایک حدیث مبارکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

(ترجمہ) اے مسلمانو! تم جنت میں داخل نہیں ہوسکو گے جب تک صاحب ایمان نہ ہو۔اور تم صاحب ایمان نہیں ہوسکتے جب تک باہم ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔تو کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں جس کے عمل سے تمہارے درمیان محبت پیدا ہوجائے وہ یہ ہے کہ اپنے مابین "سلام" خوب پھیلاؤ۔ہمارے معاشرہ میں سب سے زیادہ سلامتی کی دعا یعنی **اسلام علیکم** اور **وعلیکم اسلام** کہی جاتی ہے۔لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا یہ کہتے ہوئے ہمارے اذہان اور قلوب میں واقعی دوسرں کی سلامتی اور محبت کا خیال ہوتا ہے! یا حرف رسماً کہہ رہے ہوتے ہیں دعا اثر رکھتی ہے جو دل سے نکلتی ہے۔محبت کے جذبے کو بروئے کار لاتے ہوئے ہم بامِ عروج تک پہنچ سکتے ہیں۔

بیابان محبت، دشت غربت بھی، وطن بھی ہے یہ ویرانہ قفس بھی، آشیانہ بھی، چمن بھی ہے
محبت ہی وہ منزل ہے کہ منزل بھی ہے صحرا بھی جرس بھی کارواں بھی، راہبر بھی، راہزن بھی ہے
محبت سے پائی ہے شفاء بیمار قوموں نے کیا ہے اپنے بخت کو بیدار قوموں نے

امن عالم: عالمی امن وسکون کی دوصورتیں ہیں۔(1)مستقل اور دیرپا (2)عارضی وعبوری
عالم ارضی میں پائیدار محکم اور دیرپا امن کیلئے ایک ہی صورت ہے کہ اسلامی معاشرہ اور اسلامی
ریاست خود وسعت پذیر ہوں اور رفتہ رفتہ محنت شاقہ سے پوری انسانیت کو اپنے حصار امن میں
لے کر ہر قسم کے فتنہ فساد سے پاک کیا جائے۔امن وسلامتی کی توحیدی صراط مستقیم کے علاوہ کوئی
راہ ہی نہیں ہے۔تاریخ انسانی شاہد ہے کہ شاہراہ توحید کے علاوہ کوئی بھی راستہ اختیار کیا گیا تو اللہ
کی زمین میں فتنہ وفساد ہی برپا ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفجر کی آیت نمبر 12-6
میں فرمایا۔" کیا تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا معاملہ کیا قوم ارم کے ساتھ
(ستونوں والی قوم) قوم ثمود کے ساتھ جنہوں نے وادی میں سخت پتھر تراشے اور میخوں والے
فرعون کے ساتھ، جنہوں نے بلادِ ارضی میں سرکشی کی اور بہت زیادہ فساد کیا"۔

لہٰذا اسلام کا اصل زور اور دعوت تو اس پر ہے کہ نسل انسانی اپنے خالق پر ایمان لائے
اور اُس کے سامنے سرِتسلیم خم ہوجائے۔(ترجمہ) پس ایمان لاؤ اللہ اور اُس کے رسول پر اور اس
نور (قرآن مجید) پر جو ہم نے نازل فرمایا (سورۃ التغابن آیت نمبر 8) حدیث نبوی ہے "
"اسلام لے آؤ سلامتی پاؤ گے " اللہ کے ہاں تو اسلام ہی مقبول دین ہے۔امن وامان سلامتی
وسکون کی عالم ارضی میں ایک ہی صورت متیقن ہے کہ اولاً کسی ایک خطہ میں صحیح اسلامی معاشرہ قائم
ہو اسلامی ریاست وجود میں آئے جو توحید کی عالمگیر دعوت کی علمبردار رہو اسلامی معاشرے اور
ریاست کو وسعت نصیب ہو اور پورا عالم انسانیت اپنے رحیم کریم رب کے دامن رحمت کے
سائے تلے آجائے تاہم موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ دُور کی بات معلوم ہوتی ہے لیکن
یاد رہے کہ ایسا ہماری تقویم کی رو سے ہے اللہ تعالیٰ کا معاملہ اس کے برعکس ہے اُس کے ہاں
قریب کا بعید اور بعید کا قریب سے کوئی معنی نہیں رکھتا۔جب تک متذکرہ صورت نہ ہو، عبوری دور
میں بھی اسلام میں پورے عالم انسانی کیلئے دو قدریں مشترک ہیں اور ان قدروں کی بناء پر

عالم انسانی کیلئے امن، صلح، محبت کا پیغام موجود ہے۔ان مشترک قدروں کی اساس کے بیان سے قبل موجودہ دور کا ایک سرسری جائزہ لیتے ہیں تا کہ اہم ترین وقتی تقاضوں کو آسانی سے سمجھ سکیں ۔

موجودہ سائنسی دور میں اتنی حیرت انگیز ترقی ہوئی ہے جیسے مواصلات، نقل وحمل، آمد ورفت، ذرائع ابلاغ وغیرہ اور دیگر کئی اقسام وانواع کی سہولیات میسر ہیں پورا عالم انسانی ایک شہر بلکہ گلوبل ولیج بن گیا ہے۔لیکن یہ سب کچھ انسان کے خارج میں واقع پذیر ہوا ہے افرادنوع بشر اوراقوام عالم کے مابین داخلی دوری کہ جوں کی توں ہے بلکہ بڑھتی جارہی ہے اختیار اور اقتدار کی رسہ کشی پہلے سے بڑھکر ہے عالم انسانی عجیب مخمصہ کا شکار ہے بڑے بڑے دانشور، مفکر اور فلاسفر ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں حالات اور واقعات کا شدید تقاضا ہے کہ دنیا میں ایک عالمگیر معاشرہ اور عالمی ریاست قائم ہو جائے ۔لیکن انسان کی تنگ دامانی کا یہ عالم ہے کہ کوئی سرا ہی ہاتھ نہیں آرہا ایسی کوئی مشترک قدر نہیں مل رہی جو مشرق ومغرب کا فاصلہ، نسلوں، گورے کالے کا امتیاز عقائد اور نظریات کے فرق کو مٹا سکے اس اعتبار سے دیکھا جائے تو اسی اہم تقاضے کا جواب صرف اسلام کے پاس ہے جو ایسی دو مشترک قدروں کا حامل ہے، جس سے پوری انسانیت یکجا ہو سکتی ہے جس کی بنیاد پر متذکرہ دوری کا فرق مٹایا جا سکتا ہے اور باہمی یگانگت کا احساس بیدار کیا جا سکتا ہے۔

مشترک اقدار

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔" اے لوگو اپنے رب سے ڈرو تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں، ایک نفس یعنی آدمؑ سے پیدا کیا اور اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے اس نے پھیلائے بہت سے مرد اور عورتیں ۔تقویٰ اختیار کرو جس کے نام پر تم مانگتے ہو۔آپس میں رشتوں کا خیال کرو ۔بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے"۔(سورہ النساء 1)

اللہ نے معاشرہ کی بنیاد وحدتِ خالق اور وحدت آدم پر رکھی ہے ۔روئے زمین پر جتنے بھی انسان ہیں وہ اللہ کی مخلوق ہیں ۔لہذا باہم مساوی اور اولادِ آدم وحوا ہیں ۔ان میں عزت و شرف کا میعار، سوائے اللہ کے خوف و ڈر کے اور کوئی نہیں ۔آیات کا پہلا حصہ کا لب لباب یہی ہے

اور معرفت کا تقاضا تقویٰ ہے اور دوسرے حصہ کا تقاضا رحمی تعلق کے لحاظ سے یعنی محبت، اخوت اور یگانگت کا درس دیتا ہے۔ آیات میں تقویٰ کی تعلیم، وحدت الہ و رب اور وحدت آدمؑ کو ملحوظ رکھنے کی تاکید کی فرمائی گئی۔ یہ وہ بنیادیں ہر انسان میں مشترک ہیں۔ چاہے وہ کالے ہوں یا گورے مغرب کے ہوں یا مشرق سے تعلق رکھتے ہوں۔ مہذب و متمدن یا غیر متمدن اور غیر مہذب مرد و زن چاہے کسی نسل سے تعلق رکھتے ہوں۔ کوئی عقیدہ یا نظریہ رکھتے ہوں ان کے مابین رنگ و نسل، شعوب اور قبائل شکل اور زبانوں کا فرق محض باہمی تعارف کے لئے ہے۔

یہ محض نظریاتی یا کتابی بات نہیں حضرت محمد ﷺ نے واقعتاً ان ہی اساسات پر عملاً معاشرہ قائم فرمادیا اور مسلم ریاست کی بنیاد رکھ دی۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے اعمال کی تاریخ شاہد ہے کس انداز سے عمل پیرا رہے اور اسلام کو عروج حاصل رہا۔ اسلام کے بدترین دشمن بھی اس کی شہادت دیتے ہیں کہ ان اساسات پر انسانی معاشرے کا قیام مساوات اور اخوت پر مبنی انہی کا کارنامہ ہے۔

خود آگاہی

اسلام کی یہ تعلیم جس میں ایک فرد کے سکون اور امن سے لے کر پورے عالم انسانی میں، دیرپا، پائیدار اور محکم امن کے قیام کے امکانات مضمر ہیں۔ کتنی خوش نصیبی ہے کہ اقوام عالم میں ہمارے پاس عظیم الشان تعلیم، مکمل ضابطہ حیات، ہر انسانی پہلو پر راہنمائی کے لئے قرآن حکیم جیسی کتاب اللہ موجود ہے۔ لیکن اس بد نصیبی اور بدبختی کو کیا کہیے گا کہ عالم اسلام بھی آج فلسفوں اور نظریات کیلئے ان اضرات کے سامنے دست سوال دراز کر رہا ہے جو خود مخمصے میں ہیں، پریشان ہیں۔ تہہ در تہہ پستی میں رہتے ہوئے ظلمات کے بحر بیکراں میں غوطہ زن ہیں۔ کوئی حل سجھائی نہیں دیتا۔ اندھیرے پہ اندھیرا چھا رہا ہے لیکن روشنی کی کرن سے محروم ہیں۔

دراصل ہم خود شاہراہ توحید سے ہٹے ہوئے ہیں۔ قرآنی تعلیمات سے دوری کی وجہ سے خوار ہو رہے ہیں۔ ہمیں اسلام کے فکر کو اجاگر کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

کیا کبھی ہم نے سوچا ہے کہ ہم کہاں تھے، کیا تھے، عالم ارضی میں کس لئے بھیجا گیا کیا

اس منصب کا حق ادا کیا۔ اللہ نے ہمیں کس عزت و شرف اور امتیاز سے نوازا ہے۔ اس غیر معمولی اعزاز سے کیوں محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ اس رزم گاہ حیات میں اعلیٰ مقام اور منصب کیونکر تھا۔ کیا ہم نے اپنے آپ کو پہچاننے کی کوشش کی ہے خود آ گاہی حاصل ہوئی ہے کہ نہیں۔

حرف آخر : توحید کی برکات اور نعمتیں کسی خاص قوم، خطہ، مخصوص طبقے یا نسل کیلئے محدود نہیں۔ بلا امتیاز سب کے لئے ہیں جیسے اللہ کی نعمت روشنی، ہوا، پانی وغیرہ ہر شخص کے لئے ہے توحید عام انسانیت کی متاع اور قوت ہے۔ توحید کا پیغام اللہ کے تمام بندوں کے لئے ہے۔ توحید سر چشمہ خیر و برکت اور ذریعہ فلاح اور نجات ہے۔ اسی سے دنیا میں رفعت و عظمت سے ہمکنار ہو گا اور آخرت میں بھی فلاح و نجات پائے گا۔ بصورت دیگر امن تو کجا تباہ و برباد ہو گا۔

توحید سے محروم انسان نہ صرف اپنی حقیقت سے نا آشنا ہوتا ہے بلکہ اپنے اور اللہ کے تعلق سے محروم رہتا ہے۔ اپنی حیثیت اور عظمت کے شعور سے بہرہ ور ہو ہی نہیں سکتا۔

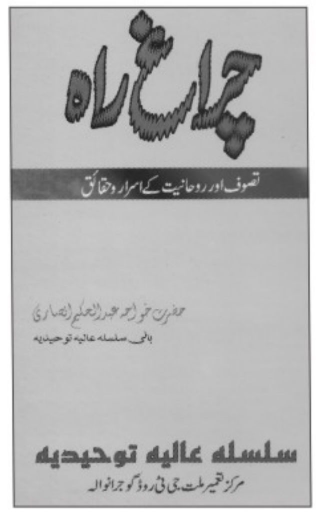
دُعائے مغفرت

کنونشن 2014 سے ایک ماہ قبل راولپنڈی کے معمر و فعال بھائی محمد یوسف اور ان کے جواں سال صاحبزادے جو لٹیروں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔
پنڈی گھیب کے بھائی سلطان صاحب المعروف سر سلطان کی زوجہ محترمہ اور فیصل آباد کے بھائی بشیر صاحب کی والدہ محترمہ وفات پا گئے
راولپنڈی سے محمد عتیق عباسی کے جواں سال پوتے شہید کر دیئے گئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

بھائی مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

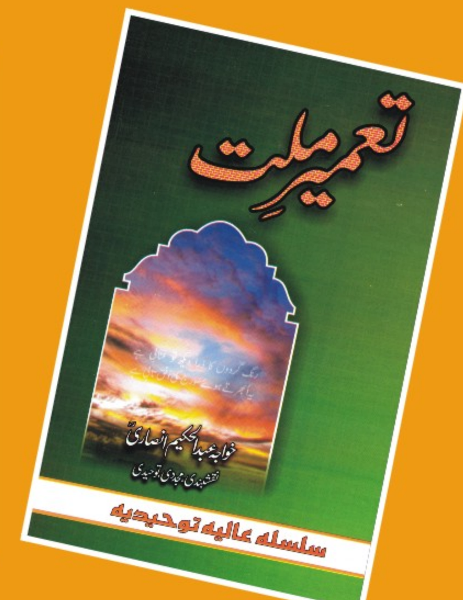


کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اورصوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پراثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

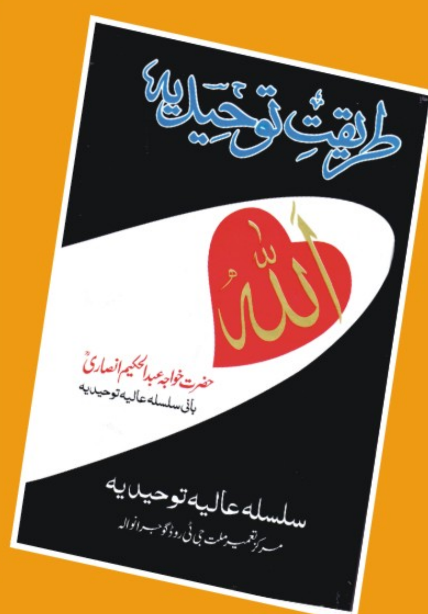


وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت،بنیادی سوال جس نے نظریہٗ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اوران کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com